ساربان، عہد خلافت فاروقی کا ایک سبق آموز قصہ ہے جو دلچسپ پیرایہ مین بیان کیا گیا ہے لیکن کہین کہین زبان مین "پنجابیت" نمایان ہے،

کتابت وطباعت متوسط ہے ضخامت ۳۲ صفحہ قیمت ۴ر، پتہ منیجر مسلم بک ایجنسی لاہور،

جہنم کی آبادی، یہ روس کے مشہور ومعروف مصلح کاؤنٹ ٹالسٹائی کی ایک اصلاحی تصنیف بصورت افسانہ ہے جس مین مذہب عیسوی کی مسخ شدہ صورت کو اس کے اصلی خال و خط مین نمایان کیا ہے، مولانا عبدالرزاق ندوی ملیح آبادی نے اپنے خاص انداز مین اسے اردو کا جامہ پہنایا ہے ابتدا مین مولانا ابوالحسنات ندوی مرحوم کا ایک فاضلانہ مقدمہ ہے،

حجم ۸۴ صفحہ کتابت وطباعت اچھی اور سرورق خوشنما ہے قیمت ۵ ر پتہ نمبر ۴۱ برہان الدین احمد مظہری پریس خلاصی ٹولہ کلکتہ،

نوراللغات، کسی زبان کے وسیع اور علمی ہونے کے لیے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ اس کا مکمل اور مستند لغت مرتب کیا جائے، اس اصول کے مطابق اردو زبان کے لئے بھی ضروری تھا کہ اس کا کوئی مستند لغت موجود ہو جناب امیر مینائی مرحوم نے گو یہ سلسلہ شروع کردیا تھا لیکن ان کی عمر نے وفا نہ کی اس لئے صرف ایک بار شائع ہوکر ناتمام رہ گیا، مولوی نورالحسن صاحب بی اے وکیل خلف جناب محسن کاکوری نے اس کا بیڑا اٹھایا ہے اور زیر تبصرہ کتاب انکی کوششون کا پہلا ثمرہ ہے،

جناب مولف نے تحقیق الفاظ ومعنی، محاورات وضرب الامثال تذکیر وتانیث اور بصورت اختلاف مستند شعراء کے کلام سے استناد کیا ہے الفاظ کے طریقہ استعمال وغیرہ پر خاص توجہ کی ہے امید ہے کہ جناب مولف کی یہ سعی حامیان اردو کے درمیان قدر ومنزلت کی نظرون سے دیکھی جائیگی، اگر موقع ملا تو باب التقریظ والانتقاد مین مفصل تنقید کیجائیگی، جلد اول باب الباء پر ختم ہوئی ہے تعداد صفحات ۷۱۱، تقطیع کلان، کتابت وطباعت اچھی ہے، پتہ منیجر نیر پریس بک ایجنسی پاٹا نالہ لکھنو،

جلد پانزدہم | ماہ رمضان المبارک ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ اپریل ۱۹۲۵ء | عدد چہارم

مضامین

تصحیح

صفحہ ۳۰۱ سطر ۱۰ مین بجائے مخضوم کے مخضرم پڑھئے،

(۱)

شذرات

بہار پراونشل ہندو مہاسبھا کے اجلاس مظفرپور مین لالہ لاجپت رائے اور بھائی پرمانند نے تقریرین
مین ہندوستان اور ہندو قوم کی فطری خصوصیات کی تفصیل مین فرمایا کہ یہ ملک اور یہ قوم ہمیشہ کو
واقع ہے، یونانی، سیتھین اور کتنی قومین ہندوستان آئین مگر بمشکل تاریخ مین اُن کے نامون کی زندگی
باقی رہ گئی، بحیثیت مستقل قوم کے اُن کا وجود باقی نہین، پھر کیا یہ تعجب انگیز نہین کہ ایک ہزار برس
کے باوجود بھی مٹھی بھر مسلمانون کو ہندو قوم ابتک ہضم نہ کر سکی؟ اسکی وجہ یہ ہو کہ ایکہزار سال سے ہندو
قوم کی تنظیمی اور سنگھٹنی قوت کمزور ہو گئی ہو، اور اسی کو دوبارہ مضبوط کرنے سے اور ابھارنے سے پھر
امید بر آسکتی ہے،

اس مین شک نہین کہ دیگر قومون کے متعلق ہندو قوم کے ان حکیمون اور بیدون کی تشخیص
لیکن مسلمانون کے متعلق انکی تشخیص صحیح نہین، اگر کوئی معدہ کسی غذا کو ہضم نہ کر سکے تو اس کے صرف یہی معنی
نہین کہ معدہ کمزور ہے، بلکہ اس کے دوسرے معنی یہ بھی ہو سکتے ہین کہ وہ غذا اس قدر بھاری اور ثقیل
کہ کسی انسانی معدہ کے لئے اس کا ہضم اسکی طبعی قوت کے حدود سے باہر ہو، یہ بھی نہین کہا جا سکتا
کہ مسلمانون کی قومیت کی بنیاد نسل پر نہین، بلکہ مذہب پر ہے، اس لئے ہندو قوم اس کو اپنے اندر
جذب نہین کر سکتی، کیونکہ اس سے پہلے ایک بڑے وسیع مذہب یعنی بودھ مت کو وہ اس سرزمین سے
نکال چکی ہے، اس لئے ہمارے آریہ دوستون کو یہ سمجھ لینا چاہئے کہ مسلمان چبینا نہین جسکے ہضم کے لئے قوت

معدہ کی ضرورت ہو، بلکہ لوہے کے چنے ہین، جنکے چبانے اور نگلنے مین اپنے ہی دانت اور معدہ کا خطرہ ہو،

کیا رہنمایان ہندو مہاسبھا اس پر غور نہین کرتے کہ کیا آج انکی طاقت دہلی و اجمیر و راجپوتانہ و قنوج کے راجاؤن
کی مجموعی قوت سے زیادہ ہے، یا وہ مرہٹون سے زیادہ زور پیدا کر سکتے ہین، اور جب یہ قومین مسلمانون
کی پوزیشن کو ہندوستان مین شکست نہ دے سکین، تو وہ کیونکر مسلمانون کو ہضم کرنے مین کامیاب ہو سکتے ہین؟
جو مصلحین وطن اپنی قوم سے چھوت اور اچھوت کی بیماری دور کرنا چاہتے ہین، لیکن یہ کیا صرف اپنی ہی
قوم کے افراد کے اندر یا دوسری قومون سے بھی میل جول اور ملاپ پیدا کرنے مین اس حقیر خیال کو نظرانداز
کرنا چاہتے ہین، اگر دوسرون کے مقابلہ مین بھی چھوت چھات کو چھوڑنا چاہتے ہین، تو بہتر یہ ہے کہ دوسرون
کو مٹانے کے بجائے ان سے مل کر ہندوستان کی نئی تعمیر کا مسالہ تیار کرین،

لیکن مسلمانون کو بھی یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کل کا مقابلہ میدان جنگ مین تیغ و خنجر کے ذریعہ تھا، جس سے
وہ عہدہ برآ ہو سکے، لیکن آج مقابلہ کا میدان دوسرا ہے، آج امن و سلامتی اور خاموشی کے ساتھ ہندوستان
کے گاؤن گاؤن اور گلی گلی مین شدھی اور سنگھٹن کا جال پھیلایا جا رہا ہے جس سے کامیاب مقابلہ کے لئے
صرف غضب، شجاعت و بہادری، جوش و خروش بالکل بیکار ہے، اسکے لئے غور و فکر، مسلسل جد و جہد،
ہشیاری و بیداری اور کام اور عمل کی ضرورت ہو، لوہے کے چنون کو معدون کے ذریعہ سے ہضم نہین
کیا جا سکتا، مگر کیمیاوی صنعت سے انکو پگھلا کر ان کو دوسرے دھاتون مین ملا دیا جا سکتا ہو؟

آریہ قوم ایک مدت سے اپنے گرد کلون کے ذریعہ سے ایسے کیمیاگر تیار کرنے کی دھن مین لگی
ہوئی ہے جو اس صنعت کو انجام دے سکین، ہمنے اس کے توڑ کے لئے کیا، ایک گرد کل کانگڑی کے

جلسہ مین جو گذشتہ ایسٹر مین ہردوار مین منعقد ہوا تھا، جب چندہ کی اپیل کیگئی تو ایک لاکھ کے قریب نقد وصول ہوا اور ایک لاکھ کا وعدہ ہوا، ڈیرہ غازی خان کے صرف ایک ہندو رئیس نے پچاس ہزار کا عطیہ دیا، اس کے مقابلہ مین ہمارے عربی مدارس ہین، کیا دیوبند، اور ندوہ کو یہ دن کبھی نصیب ہوا، ندوہ کے لئے صرف پندرہ ہزار کی صوبہ کی درخواست کیگئی، دیکھین قوم اس کا کیا جواب دیتی ہے،

عربی مدارس کے نصاب تعلیم مین تغیر و تبدل اور تجدید و اصلاح کا جو غلغلہ ندوہ نے آج تیس سال سے برپا کر رکھا ہے، مقام شکر ہے کہ اب وہ مفید اثر پیدا کر رہا ہے، صوبہ متحدہ کے امدادی عربی مدارس مین ہمارے دلی دوست مولوی ضیاء الحسن صاحب علوی ندوی ایم اے انسپکٹر مدارس عربیہ کی مسلسل کوششون سے ایک اہم نتیجہ تک یہ اصلاح پھیل رہی ہے، باقی غیر امدادی عربی مدارس تو وہ بھی زبان کی خاموشی، یا انکار کے ساتھ عملاً ادل سے وہ ادھر آہستہ آہستہ آرہے ہین، اسی کے ساتھ یہ مسرت افزا پیام بھی ہے کہ احاطہ مدراس کے علما رغالباً اسی مہینہ کے کسی ہفتہ مین جنوبی ہند کے سب سے مشہور و اہم مدرسہ باقیات الصالحات کی دعوت پر اس لئے جمع ہونگے کہ وہ اصلاح نصاب کے مسئلہ پر غور کرین اور احاطہ مدراس کے تمام عربی مدارس مین ایک متحدہ اصلاحی نصاب جاری کرین، ۱۴ شوال کو بہار مین علمائے صوبہ بہار کا ایک جلسہ ہونے والا ہے جس مین اسی مسئلہ نصاب پر متفقہ بحث و تمحیص ہوگی اور صوبہ کے کل عربی مدارس کی تنظیم ہوگی، اسی کے ساتھ سیٹھ حاجی عبداللہ ہارون صاحب اپنے ایک والا نامہ مین یہ مژدہ سناتے ہین کہ انھون نے ایک دو سال سے سندھ کے دار الصدر کراچی مین جو جامعۂ اسلامیہ قائم کیا ہے وہ اب بڑھ کر تمام سندھ کو احاطہ کر لینے والا ہے، اور اسی کے ضمن مین عربی مدارس کی اصلاح و تنظیم بھی ہوگی، اب ہم اپنے صوبہ پر نظر ڈالتے ہین جسکا نام برعکس نہند نام زنگی کافور متحدہ رکھا گیا ہو حالانکہ اسکو مختلفہ کہنا چاہیے، تو معلوم ہوتا ہے کہ یہان ایک علم کا دوسرے تک پہنچنا تقریباً محال ہے، اس لئے یہان تمام مدارس کا متحدہ نظام مین داخل ہونا ناممکن ہے،

ہمارے صوبہ مین تین چار بڑے عربی مدارس ہین، دار العلوم دیوبند دار العلوم ندوہ، نظامیہ فرنگی محل، شمس العلوم بدایون، اور بھی شاید ایک دو ہون اگر تمام ان مدارس کے مدرسین و منتظمین کی ایک متحدہ کانفرنس تعلیمی مسائل پر غور کرنے کے لئے کہین یکجا ہو تو تمام ملک کے عربی مدارس اس سے متاثر ہونگے اور بہت سے مفید امور انجام پائین، ہل من مدّکر!

صرف کانپور اور دہلی مین چھوٹے بڑے جتنے عربی مدرسے ہین اگر صرف ان دو شہرون کے ان عربی مدرسون کو باہم متحد و منظم کیا جائے تو بڑی اصلاح ہو، اور اس کے بجائے کہ ہر محلہ کی مسجد مین ایک الگ مدرسہ ہو اگر شہر مین کل یکجائی قوت سے سب کو ملا کر صرف ایک دو مدرسے قائم کر دیئے جائین تو ایک طرف منتظمین کی پریشانیان دور ہون، طلبہ آرام پائین، اور مدرسین مطمئن ہون، دہلی کا ایک مدرسہ فتحپوری جسکی ماہوار آمدنی ہزار روپئے سے زیادہ ہے، اور ہزارون کی رقم اس کے پاس جمع ہے اگر درست ہو جائے تو دہلی کے دوسرے مدرسون کو حرم قربانی اور سورت و رانڈیر کے تاجرون کی دست نگری سے نجات ملجائے،

نہایت افسوس ہے کہ اردو کے کہنہ ادیب و شاعر شیخ احمد علی صاحب متخلص بہ شوق نے ۲۰ اپریل کو گونڈہ مین انتقال کیا، مرحوم ۱۸۸۲ء اور ۱۸۹۰ء کے درمیان لکھنؤ سے آزاد نام اخبار نکالتے تھے، جو اس عہد کے معزز و مشہور اخبارون مین تھا، اور اس زمانہ کے ادبار کا مظہر خیال تھا، اور

سرسید کی تحریکات سے کافی ہمدردی رکھتا تھا کئی چھوٹی چھوٹی مثنویون کے بھی وہ مصنف تھے، امیر مرحوم کے شاگرد تھے اور غالباً وہ اس خانوادہ تربیت کی آخری یادگار باقی تھے، انہیں کے عہد مین اردو کی نئی شاعری کا آغاز ہوا، مرحوم ان قدیم شعرا مین تھے جنھون نے اس نئے رنگ کے قبول کرنے مین جھجک نہین کی، ترانۂ شوق کے علاوہ انکی غالباً آخری مطبوعہ مثنوی عالم خیال کے چارنج اردو شاعری مین ایک نئی چیز ہی، کاش انکے احباب و اعزہ اُنکے کلام کا مجموعہ شائع کرکے انکی روحانی یادگار کو زندہ رکھ سکین،

اس نمبر مین عہد نامۂ زرتشتی پر ایک مضمون آپکی نظر سے گذریگا، بمبئی کے بعض پارسی وطن خواہون کو یہ خیال پیدا ہوا ہے کہ اب ہمکو ہندوستان کے بجائے ایران کو اپنا وطن بنانا چاہئے، مولانا شبلی مرحوم کے مداح اور ہمارے دوست زیبان صاحب ایک پارسی صاحب علم ہین جنکی تصنیفات کا بڑا حصہ مسلمانون اور پارسیون مین باہم مصالحانہ خیالات کو ترقی دینا ہے وہ اس تحریک کو علمی تبلیغات کے ذریعہ سے اپنے ہمقومون مین اور مسلمانون مین پھیلا رہے ہین، اس کے لئے انھون نے بمبئی مین ایک ایران لیگ قائم کی ہے، اور سربرآوردہ پارسی اصحاب انکی مدد کر رہے ہین موصوف نے ابھی حال مین یہ عہد نامہ عربی مع ترجمہ فارسی انگریزی و گجراتی مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے جیسا کہ خود انھون نے رسالہ مین اقرار کیا ہے کہ ان عہد نامون کی صحت پر وہ کوئی تاریخی سند نہین پیش کر سکتے، مین نے خود اثنائے ملاقات مین ان عہد نامون کو ترجمہ کرنے سے جب سند چاہی تو وہ کچھ بتا نہ سکے، اس قسم کے عہد نامے ذمیون کی طرف سے اکثر بعد کو اسلامی خلفاء اور سلاطین کے سامنے بطور حق موروثی پیش کئے گئے ہین، مگر معنوی شہادتون نے ہمیشہ انکی تکذیب کی ہے، مگر بقول مصنف اگر یہ عہد نامے صحیح نہ بھی ہون تو اس قسم کے مراعات اور رواداری کے اور دوسرے بہت سے عہد نامے مستند عربی تاریخون مین مل سکتے ہین برادر عزیز مولوی عبد الرزاق صاحب ملیح آبادی ندوی نے پیچ مین اس پر جو کچھ تنقید کی ہے صحیح ہے، آخری فقرہ عہد نامہ مین محلہ مھر ہ نہین ہے محل مھرہ ہے، جو ناقل یا ناشر کی عبارت ہے،

مقالات

یُونان اور ہندوستان،

از مولوی سید کامل حسین صاحب ایم اے

ہمارے دوست مولوی سید کامل حسین صاحب ایم اے گورکھپوری ہماری قوم کے ان خاموش نوجوان اہل علم مین سے ہین، جنکا عمیق مطالعہ اور وسیع اطلاع ہر ستائش کی مستحق ہے، موصوف نے اس مضمون کے ذریعہ سے مدت کا وعدہ پورا کیا ہے، امید ہے کہ جب ایکدفعہ انھون نے اپنی مہر سکوت توڑی ہے تو پھر دوبارہ وہ نئی مہر لگا کر اپنے سلسلۂ تحقیق کو بند نہ کرین گے، (معارف)

یونان اپنے قدیم علوم وفنون اور مذہب و شائستگی کی بنا پر جس وقعت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے وہ محتاج بیان نہین ہے، اور اس مین شک نہین کہ دنیا مین جو ساکھ اسکی قائم ہے اور اقوام عالم کی نگاہ مین جو عزت اس کو حاصل ہے، وہ بے سبب نہین ہے،

لیکن ہندوستان بھی اپنے قدیم علمی اور عملی کارنامون کے لحاظ سے یونان سے کم حیثیت نہین رکھتا، بلکہ بعض شعبون مین یونان سے اس کا مرتبہ بڑھا ہوا ہے، مگر عجیب تماشہ ہے کہ یونان کے مقابلہ مین اس کا نام لینا تو درکنار، اس کا شمار نیم وحشی ملک مین کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ عقل کی روشنی سے یہ خطہ کبھی بھی منور نہ ہوا، بلکہ ہمیشہ تاریکی اور جمود مین پڑا رہا،

خوش قسمتی سے، ہندوستان کے قدیم لٹریچر کے بیشتر اجزا تباہی و بربادی سے اب بھی محفوظ ہین گو ان کی صورت کسی قدر مسخ ہو گئی ہے، اور ان مین سے اکثر کے ترجمے بھی مختلف زبانون مین ہو چکے ہین، جو دنیا کے علمی طبقون مین نہایت دلچسپی کے ساتھ پڑھے جاتے ہین تاہم جب علوم وفنون پر کتابین لکھی جاتی ہین تو اٹھارہوین صدی سے اس وقت تک کے بعض انکشافات اور ایجادات

کے سوا) ہر معاملہ مین، اولیت کا سہرا یونان ہی کے سر باندھا جاتا ہے، غریب ہندوستان کا کوئی
بھولے سے بھی ذکر نہین کرتا، زیادہ افسوس تو ان مصنفین و مؤلفین کی روش پر ہے جو ہندوستان
کی قدیم عظمت سے کما حقہ واقف ہونے کے باوجود کسی موقع پر بھی ہندوستان کی اولیت
کا اعتراف نہین کرتے،

بہرحال، اس مختصر مضمون مین یہ دکھانا مقصود ہے کہ علوم وفنون کی تحقیق وتدوین مین،
ہندوستانیون کا پلہ یونانیون سے بلند تھا، اور بنی نوع انسان کی خدمت اور آسائش اور دنیا
کی تہذیب، ترقی اور شائستگی کے لئے ہندی دماغ نے یونانی دماغ سے زیادہ سرمایہ فراہم کیا،
بلکہ سچ تو یہ ہے کہ یونان بھی ایک حد تک ہندوستان ہی کا خوشہ چین ہے،

مقابلہ کرنے والے کے لئے ایک آسانی یہ ہے کہ جس زمانہ مین اہل یونان، فلسفہ وحکمت
علوم وفنون، سیاست ومعاشرت کے میدان جولانی طبع دکھا رہے تھے، ٹھیک اسی زمانہ مین
اہل ہند بھی اسی میدان مین، ایک عظیم الشان اور عجیب وغریب قصر تیار کر رہے تھے، دونون
کی علمی ترقی اور دونون کی دماغی قابلیتون کے اظہار کا وقت ایک ہی تھا، علوم وفنون، تحقیق و
تدقیق کے یہ دونون دریا، مشرق ومغرب مین، ایک ہی وقت مین موجین لے رہے تھے،

یونانی بھی آریہ نسل سے ہین، اور ہندی اور یونانی آریون کے عروج کا زمانہ دسوین صدی
قبل مسیح سے تیسری صدی قبل مسیح تک تھا، اس زمانہ ان دونون نے علمی اور تمدنی ترقی کے
حیرت انگیز نمونے پیش کئے، قدرتی طور پر جیسا کہ ہونا چاہئے تھا، اسکی ابتدا تنقید وتدقیق سے ہوئی
گو سبقت ہندوستان نے کی، چنانچہ پرستاران وید گیارہ سو سال قبل مسیح خوش اعتقادی کے
دائرے سے قدم باہر نکال چکے تھے اور روح اور اس کے خالق کے متعلق سوالات اور طرح
طرح کے خیالات کا اظہار کرنے لگے تھے، اپ نشد (Upanishads

ان سوالات اور خیالات کا مجموعہ ہین، اس وقت یونان بالکل تاریکی کے عالم مین تھا، ابھی تحریر تمدن
اپ نشد) کا یہ نتیجہ تھا کہ آٹھوین صدی قبل مسیح مین کپیلا نے اس زبردست فلسفہ کی بنیاد
ڈالی جس کو سانکھ درشن کہتے ہین اور جو اب بھی بڑے بڑے فلسفیون کو مرعوب کئے بغیر نہین
رہتا، تاریخ سے جہان تک پتہ چلتا ہے، سانکھ کے وجود مین آنے سے پہلے دنیا مین کوئی
فلسفہ (صحیح مفہوم مین) نہ تھا، یہ سب سے پہلا فلسفہ تھا جو فلسفہ کی حیثیت سے دنیا کے سامنے
پیش کیا گیا اور ضبط تحریر مین آیا، اور یہ انسان کی سب سے پہلی کوشش اس امر کی تھی کہ دنیا کے
آغاز، عالم کی تخلیق، انسان کی فطرت، اس کے انجام وغیرہ کے متعلق جو پُراسرار اور پریشان
کن سوالات ایک غور وفکر کرنے والے انسان کے دماغ مین پیدا ہوتے رہتے ہین، انکا
جواب خالص عقل سے دیا جائے، یونان مین دو سو برس بعد تھیلیس (THALES
نے فلسفہ کی بنیاد ڈالی پھر بھی سانکھ کی گرد کو نہ پہنچ سکا، تھیلیس کے فلسفہ کا رنگ، سقراط،
افلاطون اور ارسطو کے فلسفون کے سامنے اڑ گیا، اور بہت جلد خود یونان ہی مین اسکا
نام لوگون کے دلون سے محو ہو گیا، لیکن سانکھ، نہ صرف اپنے وطن مین، باوجود انقلابات
عظیم کے تین ہزار برس سے اپنی جگہ پر اسی آن بان سے قائم ہے بلکہ باہر والون کو بھی
مسحور کر رہا ہے، چنانچہ اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو جرمنی اور فرانس کے بعض
جدید فلسفیون (مثلاً شاپن ہار (SCHOPENHAAER وان ہارٹ مین von
HART MAN وغیرہ کے فلسفے) کی بابت اس کے سوا کچھ نہین کہا
جا سکتا کہ سانکھ ہی کو زیادہ مکمل صورت مین بیان کر دیا گیا ہے،

گوتم، کپیلا کے بعد پیدا ہوا، گویا دو سو برس بعد، اس نے منطق کی بنیاد ڈالی وہ ہندوستان
کا ارسطو تھا، یونان کا ارسطو اس وقت تک پیدا ابھی نہین ہوا تھا،

گوتم پہلا شخص تھا جس نے دنیا کو غور و فکر، تنقید و استدلال کے صحیح طریقے بتائے اور منطق کو ایک نہایت اہم اور کار آمد علم کی حیثیت سے اس کے سامنے پیش کیا، یونان مین ارسطو نے دو سو برس بعد اس علم کو مدون کیا،

علم ہندسہ اور علم نجوم بھی ہندوستانی ہی کی ایجاد ہین، یونانیون نے ان علوم مین بہت ترقی کی اور عظیم الشان کامیابیان حاصل کین، مگر اولیت ہندوستان ہی کے حصہ مین آئی اور ہندسہ اور نجوم کا پہلا سبق اسی نے دنیا کو پڑھایا،

نجوم اور ہندسہ، دونون کی ابتدا کا تعلق مذہب سے ہے،

نجوم کے متعلق صحیح طور پر نہین کہا جا سکتا کہ کب اور کس طرح اس کا آغاز ہوا اور ہندوستانیون نے اس مین کس حد تک ترقی کی، مگر علم ہندسہ کے بابت کسی قسم کا اشتباہ نہین ہے، قربان گاہون کی تعمیر کے قواعد و ضوابط اس کا ماخذ ہے، اور اس کے اصول آٹھ سو برس قبل مسیح سلوا شوترا کی صورت مین مدون ہو چکے تھے، وہ یونان کی تاریکی اور استبدادیت کا زمانہ تھا، اس وقت تک وہان قومی یکجہتی تھی، نہ سیاسی سکون، جو علوم و فنون کی ترقی کے لیے بہت ضروری ہین، یونانی ہندسہ کے اس دعوی کو کہ ہر مثلث [illegible] الزاویہ کے وتر کا مربع، اس مثلث کے بقیہ دونون اطراف کے مربعون کے برابر ہے" فیثا غورث کی طرف منسوب کرتے ہین، مگر ہندوستان مین فیثا غورث کی پیدائش سے کم از کم دو سو برس قبل یہ دعوی معلوم تھا، واقعہ یہ ہے کہ فیثا غورث نے ہندوستان ہی سے اس کو سیکھا تھا،

فیثا غورث (یونان کا مشہور ریاضی دان اور فلسفی) چھٹوین صدی قبل مسیح مین تھا، یہ یونانی تہذیب کے آغاز اور ہندوستانی تہذیب کے شباب کا زمانہ تھا، وہ آواگون کے مسئلہ کا قائل تھا، اس نے یہ عقیدہ اپنشد سے اخذ کیا تھا، وہ رہبانیت کی زندگی بسر کرتا اور گوشت وغیرہ کے کھانے سے پرہیز کرتا تھا، یہ طرز زندگی بھی اس نے ہندوستان ہی سے سیکھا تھا، اس نے مبادیات ریاضی اور

ہندسہ سلوا شوترا سے سیکھے اور اعداد کے خواص سانکھ درشن سے معلوم کئے، عناصر خمسہ کا تصور بھی اس نے ہندوستان ہی سے حاصل کیا،

رفتہ رفتہ علم ہندسہ ہندوستان سے مفقود ہو گیا، اس لئے کہ جب ہندوستانیون کو یہ معلوم ہوا کہ علم ہندسہ کے حقائق حساب اور جبر و مقابلہ کے ذریعہ سے ظاہر کئے جا سکتے ہین تو انھون نے اس سے بے اعتنائی برتنی شروع کر دی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بعد کے زمانہ مین، ہندسہ مین، یونانی ہندوستانیون سے بہت آگے بڑھ گئے، لیکن علم حساب مین وہ ہندوستانیون کا کبھی بھی مقابلہ نہ کر سکے، اعداد عشاریہ کا وجود بھی ہندوستان ہی کے دماغ کا نتیجہ ہے، اور ظاہر ہے کہ بغیر عشاریہ کے علم حساب عملی علم نہین ہو سکتا تھا، سب سے پہلے عربون نے اسکو ہندوستانیون سے سیکھا اور انھون نے یورپ مین پھیلایا، زمانہ قدیم کے یونانی اور رومی اس سے بالکل ناواقف تھے،

صرف و نحو مین بھی ہندوستان نے یونان کو مات کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ عرب کے سوا، دنیا کا کوئی ملک ایسا نہین ہے جو ہندوستان کے مقابلہ مین قواعد زبان کا کوئی قابل قدر ذخیرہ پیش کر سکے، یونانیون نے بھی اس میدان مین دوا دوش کی، مگر ہندوستانیون سے بہت پیچھے ہے، پروفیسر میکس مولر (Maxmuller) لکھتے ہین کہ "اہل ہند اور اہل یونان، دنیا مین یہی دو قومین ہین (عربی زبان کے قواعد غالباً انکی نظر سے نہین گذرے) جنھون نے قواعد زبان مرتب کئے، مگر اہل یونان کی کامیابیان پینی (Panini) کی حیرت انگیز تصانیف کے مقابلہ مین فی الحقیقت ہیچ ہین"، پروفیسر موصوف کی رائے ہے کہ پینی حضرت عیسٰی علیہ السّلام سے چار سو برس قبل گذرا ہے، اور پروفیسر گولڈ اسٹکر (Golds Tuck) کہتے ہین کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام سے نو سو یا گیارہ سو سال قبل تھا، مگر رومیش چندر دت کا قول ہے کہ یہ بعید از امکان نہین ہے کہ وہ آٹھوین صدی (قبل مسیح) مین تھا، اور واقعات و حالات پر غائر نظر ڈالنے سے

مؤخر الذکر رائے زیادہ قرینِ عقل معلوم ہوتی ہے،

"ہندوستانیون کی غیر معمولی ذہانت کا ایک خفیف سا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ انیسوین صدی عیسوی مین یورپ کو یہ معلوم ہوا کہ کسی زبان کے ہزارون، لاکھون الفاظ کو انکے اجزا کی ایک مختصر تعداد پر تحلیل کیا جا سکتا ہے، اہل یورپ نے اسکو ایک حیرت انگیز انکشاف سمجھا، مگر اہل ہند پر تین ہزار برس قبل، پانینی سے بھی پہلے، یہ راز منکشف ہو چکا تھا، اور ہندوستان کے اس مایہ ناز صرفی و نحوی نے اپنے وقت کی سنسکرت زبان کو اس کے سادے سادے مادون مین تحلیل کر دیا تھا،

ان سب سے بڑھ کر گوتم بودھ کی ہستی ہے، یونان آج تک کوئی ایسا شخص نہین پیدا کر سکا جسکو ہم بدھا کے مقابلہ مین کھڑا کر سکین، سولن، تھلیس، سقراط، افلاطون، ارسطو، کوئی بھی بدھا کے رتبہ کو نہ پہنچ سکا، کسی یونانی فلسفی، ادیب یا مصلح کا عالم کے قلوب پر وہ اثر نہین ہے جو بدھا کا ہے، یونان مین کوئی بھی ایسا شخص نہین پیدا ہوا جسکو کسی بڑی جماعتِ انسانی نے مستقلاً اپنا پیشوا اور رہنما مان لیا ہو، اور جسکی یہ حیثیت دو چار صدی تک بھی قائم رہی ہو، بدھا ڈھائی ہزار برس سے پیشوا اور رہنما مانا جا رہا ہے، آج بھی دنیا کی آبادی کا بڑا حصہ اس کا مقلد ہے اور چین، جاپان، تبت، کے علاوہ سارا یورپ اور امریکہ اس کا پیرو ہے،

میرے اس بیان سے لوگون کو گونہ تعجب ہوگا اور وہ یہ سوال کر سکتے ہین کہ اہل یورپ اور اہل امریکہ کو کیونکر بدھا کی تقلید کرنے والون مین شمار کیا جا سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جن اخلاقی اور معاشرتی تعلیمون کو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اصل مین بودھ مذہب کی تعلیمات ہین اور نہ صرف تعلیم بلکہ وہ قصص اور روایات بھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السّلام کے متعلق بیان کیجاتی ہین، بدھا کے حالات زندگی سے اخذ کیگئی ہین، اور طریق عبادت، معابد

کی طرز تعمیر وغیرہ بھی بودھ مذہب سے اختیار کئے گئے ہین، مین اپنے دعوی کے ثبوت مین ان تمام پہلوون پر مختصراً روشنی ڈالنے کی کوشش کرون گا،

تعلیم

(۱) بپتسمے کی رسم عیسائیت اور بودھ مذہب، دونون کا جزلاینفک ہے،

(۲) تثلیث دونون مذہب والے مانتے ہین، عیسائی بپتسمہ کے بعد باپ بیٹے اور روح القدس کا، اور بودھ مذہب والا ابھی شیکا کے بعد، بدھا، دھرما، اور سنگھا کا اقرار کرتا ہے، مسٹر آرتھر لیلی Mr. Arthur Lillie کی رائے مین دونون تثلیثین ہم معنی ہین، مسیحی تثلیث کے باپ اور بیٹا بودھ تثلیث کے بدھا اور دھرما کے مرادف ہین اور روح القدس اور سنگھا اتحاد کے مرادف ہین،

(۳) تمثیلی طرز بیان، بودھ اور مسیحی، دونون تعلیمون کی نہایت نمایان خصوصیت ہے،

(۴) انجیل کی تمام اخلاقی اور معاشرتی تعلیمون کا بودھ مذہب کی تعلیمون سے مقابلہ کیجئے، بلحاظ خیالات و جذبات، لب و لہجہ، دونون تعلیمین ایک ہی شخص کی معلوم ہوتی ہین:

(۵) دونون تعلیمون مین ترک دنیا کی تعلیم بہت ہی مخصوص اور نمایان حیثیت رکھتی ہے، جس پر مسیحی دنیا کے راہبون اور بودھ مذہب کے بھیکھوؤن کا وجود مبنی ہے، مسیحی راہبون اور بودھ بھیکھوؤن کی طرز زندگی اور ان کے متعلق دونون مذاہب مین جو ہدایات ہین، ان سب کا مقابلہ کیجئے، کوئی شخص یہ نہین کہہ سکتا کہ انکے بانی دو مختلف اشخاص تھے،

قصص و روایات

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ بے باپ کے، کنواری عورت سے پیدا ہوئے، بدھا بھی بے باپ کے پیدا ہوا، للتا وستارا مین لکھا ہے کہ راجہ کی رضامندی سے

رانی کو ایک کنواری عورت نہ کہ ایک بیوی کی حیثیت سے ۳۲ ماہ تک زندگی بسر کرنے کی اجازت
ملی، اسی اثنا میں بدھا پیدا ہوا،

(۲) دوسرے حضرت عیسیٰ اور بدھا دونوں کی پیدائش کے وقت ایک ستارہ نمودار ہوا، حضرت عیسیٰ
کے پیدا ہونے پر سائمن (Sieman) نجومی گیا تھا، اور بدھا کے پیدا ہونے پر اسیت (Asita) نجومی اس کے نام نہاد باپ کے پاس گیا اور کہا کہ مجھے وہ مقدس بچہ دکھاؤ،

(۳) شیطان کے ذریعہ سے دونوں کی آزمائش ہوئی،

(۴) بدھا کی طرح حضرت عیسیٰ کے بھی بارہ حواری تھے، وغیرہ،

طریق وعبادات اور معابد کی ساخت

اسکی تفصیل کیا اجمالاً بھی اس کا بیان کرنا اس موقع پر ناممکن ہے، دونوں مذاہب کی عبادت کے
طریقے، معابد کی ساخت اور وضع، خانقاہوں کی طرز زندگی، رومن کیتھلک پادریوں اور لاماؤں کی
وضع لباس اور زندگی عبادت کے وقت کے مراسم، وغیرہ بالکل ایک ہیں، رومن کیتھلک گرجاؤں
میں پرستش بھی انھی اشیا کی ہوتی ہے جنکی بودھ عبادت خانوں میں ہوتی ہے، غرضکہ مسیحیت کو بودھ
مذہب سے اتنا گہرا اور قوی تعلق ہے اور دونوں میں خارجی و باطنی، جزئی و کلی مشابہت ایسی نمایاں اور
زبردست ہے کہ مقابلہ کرنے والا بجز اس کے کوئی نتیجہ نہیں نکال سکتا کہ مسیحیت کا ڈھانچ بودھ
مذہب سے تیار کیا گیا ہے،

اس سلسلہ میں یہ امر بھی غور طلب ہیں کہ راجہ اشوک کے اس کتبہ سے جو گرنار میں پایا گیا ہے
ظاہر ہے کہ اس روشن خیال راجہ نے پانچ یونانی بادشاہوں سے صلح کی اور اپنے مذہب (بودھ
مذہب) کی تبلیغ کے لئے پانچ بودھ مشنری ملک شام میں روانہ کئے، مصر کے تھراپیوٹ (The-
rapeut) اور فلسطین کے اسینیز (Essenes) کے عقائد کے متعلق جو تحقیقات ہوئی

ہیں ان سے صاف اور قطعی طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ ان جماعتوں نے اپنے عقائد ان بودھ مشنریوں سے
اخذ کئے تھے جو سکندر اعظم کے زمانہ سے پچاس ساٹھ سال بعد (یعنی کم و بیش دو سو سال قبل مسیح)
مصر اور فلسطین میں گئے تھے، شیلنگ (Schelling) اور شاپن ہار (Schopen-
hauer) جیسے فلسفی اور لاسین (Lassen) جیسے متبحر عالم بھی اسکی تائید کرتے ہیں
پروفیسر مہافی (Prof Mahaffy) وغیرہ کا خیال ہے کہ ملک شام میں بودھ مذہب کے
وجود نے اس مذہب کے لئے زمین تیار کی جسکی زاید از دو سو سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تبلیغ
کی اور اس طرح ملک شام میں بودھ مذہب مسیحیت کا پیشرو ہوا، اس کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام
کی پیدائش کے وقت فلسطین میں اسینیز کے ذریعہ سے (جو بودھ تھے) بودھ مذہب کی تعلیم جاری
تھی، یوحنا (جو بپتسمہ دینے والا کہا جاتا ہے اور جس کے متعلق انجیل میں ظاہر کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ
نے بپتسمہ دینا اسی سے سیکھا) خود بھی اسینی تھا، (ملاحظہ ہو بنسن Bunsen کی کتاب Angel
Messiah of Buddhists Essenes and Christians) بنس (
Bunsen) سیڈل (Seydel) اور لیلی (Lillie) کا خیال ہے کہ
"مسیحی مذہب براہ راست بودھ مذہب سے پیدا ہوا"

ان واقعات اور حالات کی بنا پر ہر انصاف پسند شخص یہی کہیگا کہ سارا یورپ اور امریکہ اور
تمام وہ لوگ جو اپنے کو مسیحی کہتے ہیں بدھا کے مقلد ہیں اور براہ راست یا بالواسطہ اسی کے بتائے
ہوئے رستہ پر چل رہے ہیں،

مسیحی دین جناب مسیح علیہ السلام کے ساتھ ختم ہو گیا، جب تک وہ زندہ تھے انکی تعلیم ضبط تحریر
میں نہیں آئی ان کے بعد کچھ لوگوں کو انکی یادگار قائم کرنے کی فکر ہوئی، مگر انکی تعلیم مفقود ہو چکی تھی،
اور انسانی حافظہ ان الہامات کو جو اس پیغمبر خدا پر نازل ہوتے اور جنکو وہ اپنی زبان مبارک سے بیان فرماتے

تھے اور دوبارہ دنیا کے سامنے پیش کرنے سے قاصر تھا، مجبور ہو کر ادہر ادہر نظر دوڑانا شروع کیا، ابو دھ مذہب کی دلفریب، وسیع عالیشان عمارت موجود تھی، جی بھر کے نقل کی، مگر چونکہ بدھا کی تعلیم مین انکار خدا تھا اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام پیغمبر خدا تھے اس لئے خدا کا تصور اس نقل مین اضافہ کر دیا گیا اختصار کرنے پر بھی اس بحث مین کسی قدر طوالت پیدا ہو گئی، مگر مجبوری تھی، بہر حال بدھا جیسا عجیب وغریب شخصیت کا آدمی یونان ایک بھی نہ پیدا کر سکا، اور بدھا کی اخلاقی تعلیم اور بودھ مذہب کی خانقاہون نے انسان کی روحانی پرورش مین جو مدد کی ہے یونان کے کسی فرد یا جماعت نے نہین کیا ہے،

یہان تک تو ان امور کا ذکر تھا جنمین ہندوستان نے یونان پر سبقت کی یا یونان کو مات کر رہے وہ امور جنمین اولیت اور آخریت کا کوئی سوال نہین ہے تو ان مین بھی ہندوستان یونان سے پیچھے نہین رہا، بلکہ کہین کہین آگے ہی رہا، چنانچہ ہندوستان کا فلسفہ طبعی (ویسیسیک درشن) اس وقت کے یونان کے فلسفہ طبعی سے کم درجہ کا نہ تھا، پر واپنشدا کو ہم نظر انداز کرتے ہین، البتہ اترامیمانسا (ویدانت) کو یونان کے ہر اس فلسفہ کے مقابلہ مین پیش کرتے ہین جسمین روح انسانی اور خدا اور ان دونون کے باہمی تعلقات کے مسائل کو حل کرنے کی کوشش کیگئی ہے، ویدانت کی تعلیم ہمہ اوست کی ہے، یہ تعلیم صحیح ہو یا غلط (یونانی فلسفہ کے متعلق بھی کوئی شخص یہ دعویٰ نہین کر سکتا کہ وہ سب صحیح ہی) مگر جس خوبی، جس زور جس کیفیت، جس قادر البیانی کے ساتھ روح انسانی، خدا اور ان کے تعلقات پر بحث کیگئی ہے اسکی مثال یونان کے روحانی فلسفون مین نہین ملتی، جن لوگون نے روحانیت پر افلاطون اور ارسطو کی تحریرون کو دیکھا ہے اور ویدانت کی سحر بیانی کا بھی لطف اٹھایا ہے وہ بخوبی اندازہ کر سکتے ہین کہ اس کے مقابلہ مین ان تحریرونکی کیا حقیقت ہی ہندوستانیون نے ایک چیز اور پیدا کی جو یونانیون کو کبھی بھی نصیب نہ ہوئی، اور وہ جوگ درشن تھی

سانکھ درشن کی ملحدانہ تعلیم نے ایک زبردست انقلاب اور تلاطم پیدا کر دیا جس سے مختلف طور پر دو مختلف نتائج پیدا ہوئے، ایک بودھ مذہب، دوسرا فلسفہ جوگ جو پاتنجلی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، پاتنجلی نے سانکھ سے تمام وہ باتین لیکر جو معقول اور مفید تھین اور ان مین تصور خدا کا اضافہ کر کے سانکھ کی اس کمزوری کو دور کر دیا جو مذہبی جذبات رکھنے والون کے دلون کو ٹھیس لگاتی تھی اس کے بعد وہ اس مسئلہ کے حل مین مصروف ہوا کہ انسان خدا کی قربت کیونکر حاصل کر سکتا ہے اور کس طرح "وصل بالحق" ہو سکتا ہے، اس کے لئے اس نے نہایت مفید عملی تدابیر بتائین جن پر عمل کرنے سے تزکیہ نفس اور روحانی انبساط حاصل ہوتا ہے، کسی یونانی فلسفی یا مصلح کے خواب وخیال مین بھی یہ چیز نہ آئی،

تمدنی اور معاشرتی معاملات مین بھی ہندوستانی، یونانیون سے پیچھے نہین رہے، راجہ سے لے کر غریب سے غریب اور ادنیٰ سے آدنیٰ پر جا تک کے لئے روزمرہ کی زندگی کے واسطے ہدایتین اور قوانین موجود تھے، اور یہ قوانین یونان کے سولن (Solon) کے قوانین سے بہتر تھے، عورتون کا خاص طور پر احترام کیا جاتا تھا اور ان کے ساتھ مراعات برتے جاتے تھے، مگر یہ خوبیان صرف قدیم زمانہ تک محدود تھین، سنہ عیسوی کے آغاز سے برائیون کا آغاز ہوا، اور جب پورانی علوم کا دور شروع ہوا اُس وقت سے تو سوسایٹی مین انواع واقسام کی خرابیان پیدا ہو گئین،

خانگی رسم ورواج کا بھی ایک معین دستور العمل تھا، اور آپس مین میل جول کے قوانین بھی علحدہ تھے صنعت وحرفت، زراعت، وتجارت مین بھی کافی ترقی تھی،

یہ وہ زمانہ تھا جبکہ ہندوستان مین آریون کے تسلط کو کافی وسعت حاصل ہو چکی تھی، اور ملک مین ایک گونہ امن وسکون پیدا ہو چلا تھا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے قوائے عملیہ مین زیادہ حرکت اور انکے خیالات مین زیادہ وسعت پیدا ہونے لگی پرانے لٹریچر کو حشو وزوائد سے پاک کر کے ایسی صورت مین

لائے، جس سے لوگون کو نفع پہنچ سکے، اور علم کے ہر شعبہ مین نئے نئے انکشافات ہونے لگے، صرف و نحو، علم تلفظ، نجوم، ہندسہ، اخلاق، فلسفہ، منطق، ادب، قصص، قانون، سیاست منزل، سیاست ملی، صنعت، حرفت، زراعت، تجارت، غرضکہ زندگی کے ہر شعبہ مین ہندوستانیون نے کمال پیدا کیا اور بہت ہی گرانقدر سرمایہ فراہم کیا،

مین اوپر یہ کہہ چکا ہون کہ ہندوستان اور یونان نے ایک ہی زمانہ مین ترقی کی مگر یونان دیر مین نمایان ہوا، اور ہندوستان بعض امور مین یونان سے آگے بڑھ گیا، اب مین یہ دکھانا چاہتا ہون کہ یونان ہندوستان سے کن شعبون مین بڑھا رہا، اور ہندوستان پر اسکی فوقیت کا راز کیا ہے،

نہایت اہم اور کارآمد فن، فن تاریخ ہندوستان مین مفقود تھا، یونانی وقائع نگاری کے ہمیشہ سے شایق تھے اور فن تاریخ کی نشو و نما انھی کے ہاتھون ہوئی، اور انھون نے اسکی توسیع و ترویج مین بہت عرق ریزی کی اور بہت جلد اس کو ایک مستقل فن بنا دیا، دنیا اس بار احسان سے کبھی سبکدوش نہین ہو سکتی،

غیر ممالک کی سیر و سیاحت کا بھی یونانیون کو شوق تھا، خصوصاً بحری سفر اور بحری تجارت مین انھون نے بہت ترقی کی، اس طرح انھین تبادلۂ خیالات اور فطرتِ انسانی کے مطالعہ کا کافی موقع ملا جس سے انکی نظرون مین وسعت اور خیالات مین پختگی پیدا ہوئی اور وہ ترقی اور تہذیب کے راستہ پر ہر طرح پر آراستہ اور مسلح ہو کر گامزن ہو سکے اور ان کے دشوار گذار منازل کو نہایت آسانی سے طے کر سکے ہندوستانی ان معاملات مین بالکل کورے تھے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہندوستان یونان کا بے حد زیر بار احسان ہے، اگر یونانی سیر و سیاحت کی شوق مین ہندوستان نہ آتے اور یہان کے واقعات اور حالات قلمبند نہ کرتے تو قدیم ہندوستان کے اکثر حالات اور واقعات کی اطلاع ہم تک نہ پہنچتی،

فلسفہ اور منطق مین ہندوستانیون کو اولیت ضرور حاصل ہے مگر یونانیون نے انکو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا، یونانیون کے ہاتھ مین پہنچکر فلسفہ اور منطق نے ایک خاص حیثیت اختیار کر لی، انھون نے تفحص و تجسس غور و فکر کے ساتھ ہی وسعت نظر، جامعیت اور صحت سے کام لیا اور عملی پہلو کو بھی فراموش نہ کیا، اور اپنی زبان اور قلم کی ہر جنبش کو تجربہ کی شہادت کا پابند بنایا، ارسطو کی جو ساکھ اب تک دنیا مین قائم ہے اس کا راز یہی ہے، اسکی وسعت نظر، اسکی تحریرون کی جامعیت اور صحت اب بھی اپنا جواب نہین رکھتین، اس کا ہر اصول تجربہ پر مبنی ہے وہ ہر قول کو عقل اور مشاہدہ کی کسوٹی پر پرکھا ہوا ہے، اور جس مضمون پر اس نے قلم اٹھایا اس کو گویا ختم کر دیا،

اس کے علاوہ ہندوستانیون کو نظری اور خیالی علوم سے زیادہ شغف تھا، عملی اور کارآمد علوم سے کم دلچسپی تھی، برخلاف اسکے یونانیون کو مؤخر الذکر قسم کے علوم مین زیادہ انہماک تھا، اور انھون نے ان پر خاص طور پر توجہ کی، اور اس وقت کے حالات کے لحاظ سے ان کو کمال کی حد تک پہنچا دیا،

یہی وہ خوبیان تھین جنھون نے ہندوستان کے مقابلہ مین یونان کا پلہ بھاری کر دیا اور یونان کو ہندوستان سے زیادہ نمایان کیا، اسپر طرہ یہ ہوا کہ یونانی علوم کو مسلمانون کی سرپرستی حاصل ہو گئی، مسلمانون نے جس قدر کاوش یونانی علوم کے حاصل کرنے اور انکی تشریح و تصحیح و ترویج مین صرف کی اور جتنا وقت اور روپیہ اس کام مین صرف کیا اسکی تفصیل اس موقع پر بیکار ہے، بہرحال مسلمانون کے ذریعہ سے یونانی علوم کی اشاعت ہوئی اور چونکہ وہ اس وقت صاحب اقتدار تھے اور کسی نہ کسی صورت مین ساری دنیا پر حاوی اور علم و تہذیب کے علم بردار تھے اس لئے ہر چیز جو ان کے وسیلہ سے کسی ملک مین پہنچی بہت وقعت اور اہمیت کی نظر سے دیکھی گئی، انھون نے سارے یورپ اور ایشیا مین ہندوستان کی سرحد تک یونانی علوم کو پھیلایا اور لوگون کو

ان کی طرف متوجہ کیا، اس نے ان علوم کی حیثیت اور اہمیت مین چار چاند لگا دیے، دنیا نے آنکھ
کھولکر جو دیکھا تو یونانی علوم کے سوا کچھ بھی نظر نہ آیا،

جب مسلمان ہندوستان مین آئے تو کچھ تو یونان کی بدولت اور کچھ خود اپنی قابلیتون اور
کوششون کی بدولت طرح طرح کے علوم وفنون سے مالامال تھے، ہندوستان کی قدیم تہذیب
اور علمی خزانون مین کوئی ایسی نئی اور نایاب شے انکو نہین ملی جس کے حصول واشاعت وتشہیر کی
وہ خاص طور پر کوشش کرتے،

مسلمانون کے بعد یورپ کو دنیا پر غلبہ حاصل ہوا، یورپ سے یونان کا تعارف مسلمانون کے
ذریعہ سے پہلے ہی ہو چکا تھا، اور یورپی اقوام پر اسکی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، نیز یونان یورپ کا ایک جزو
ہے، اس لئے ہندوستان کی یہ گمنامی اور کس مپرسی، جبکہ وہ ہرگز مستحق نہین ہے، اور یونانی کی
غیر معمولی شہرت محل تعجب نہین ہے،

مختصر یہ کہ قدیم ہندوستانی اپنی اس تہذیب پر، جسکی نشو ونما ہندوستان ہی مین ہوئی فخر کرتے
رہے، ہندوستان سے باہر کی ان کو کچھ بھی خبر نہ تھی، انھون نے اسکی بہت کم کوشش کی کہ دوسری
اقوام کے متعلق معلومات فراہم کرین، مگر قدیم یونانی جنکی تہذیب فونیشیا، ایشیاے کوچک، شام ومصر
نیز ایران اور ہندوستان کی تہذیب سے ماخوذ تھی، ہمیشہ اپنے قرب وجوار کی اقوام سے ملنے اور
ان سے تبادلۂ خیالات کرنے کے مشتاق اور ان سے مفید اور کارآمد چیزون کے حاصل کرنے کے
متمنی رہتے تھے، ہندوستانیون نے دینی اور دنیوی علوم، قوانین وغیرہ سب خود اپنے دماغ سے
پیدا کئے، یونانیون نے جو کچھ حاصل کیا وہ سیر وسیاحت کے ذریعہ سے اور دوسرون کے حالات
کا مطالعہ کرنے سے مگر بہت جلد اپنی تہذیب اور اپنے علوم وفنون کو کمال کی حد تک پہنچا دیا،
ہندوستانیون کو اپنی جدت طرازی پر فخر ہے، جبکو یونان کے مقابلہ مین قدرت نے انکو

زیادہ عطا کی تھی، یونان کو اپنی اُس تہذیب پر جو ہندوستان کی تہذیب سے زیادہ مکمل تھی اور اپنے ان علوم
پر ہے جو ہندوستانی علوم کے مقابلہ مین زیادہ جامع اور عملی تھے،

علوم نظریہ مین ہندوستان اپنا نظیر نہین رکھتا، علم اللسان اور صرف ونحو کی تکمیل ہندوستان
نے جس حد تک کی یونان نے کبھی خواب مین بھی نہین دیکھا، معقولات مین یونان، ہندوستان
کی کبھی بھی ہمسری نہ کر سکا، مذہبی اور اخلاقی تعلیم مین ہندوستان، یونان سے بہت بڑھا رہا،

یونانیون نے تمام مہذب دنیا سے علوم کے جواہر ریزے اکھٹا کئے اور اُن سے کام لینے مین
عملی قابلیت صرف کی، غور وفکر، تفحص وتجسس، مشاہدات اور عملی تجربون نے ان کو وسیع النظر بنا دیا تھا
اور ان کے دماغ مین ہمہ گیری کا مادہ پیدا کر دیا تھا، جسکا نتیجہ یہ تھا کہ جو شے، جہان سے، ان کے ہاتھ
مین جاتی، فوراً ایک جامع اور مکمل صورت اختیار کر لیتی تھی، وہ تغیرات اور واقعات عالم پر ہمیشہ نظر
رکھتے اور انکو نہایت خوبی کے ساتھ قلمبند کرتے، انھون نے بحری تجارت کو فروغ دیا اور بحر روم
کے سواحل پر نو آبادیان قائم کین، سنگ تراشی اور فن معماری مین جو کمال انھون نے حاصل کیا وہ
دنیا کی کسی قوم کو (اُن سے قبل یا ان کے بعد) نصیب نہ ہوا، قدیم ہندوستان کی سنگ تراشی
کے نمونے بھی بکثرت پائے جاتے ہین مگر حسن نازک اور اعلیٰ تخیل کا اظہار قدیم یونان کی سنگتراشی
سے ہوتا ہے وہ ہندوستان کی سنگ تراشی مین معدوم ہے،

یونان نے اپنے تمام علوم کو مشاہدات پر مبنی کیا اور اس طرح زمانہ حال کے استقرائی علوم
کا بانی ہوا، یونان مین کپیلا جیسا اٹل معقولی تو کوئی نہ ہوا، مگر ہندوستان مین بھی ارسطو جیسا وسیع
جامع، ہمہ گیر، زود بین، نکتہ رس اور نقاد دماغ رکھنے والا کوئی حکیم نہ ہوا،

جس طرح دونون قومون کی علمی اور تمدنی ترقی کا زمانہ ایک تھا، اسی طرح دونون کو زوال
بھی تقریباً ایک ہی وقت مین ہوا، اور ازمنہ متوسط کے یونانیون کے حالات اس وقت کے ہندوستانیون

کے حالات سے بہتر نہ تھے، اگر یونان کے علمی خزانون کو تباہی سے بچانے کے لئے دوسری اقوام کھڑی ہوگئین، عربون اور زمانہ حال کی مغربی اقوام نے یکے بعد دیگرے یونانی علوم اور تمدن کو اپنے علوم و تمدن کی بنیاد قرار دی[1]، ہندوستانی علوم کی ہندوستان کے زوال کے بعد کسی نے دستگیری نہین کی جسکی وجہ سے وہ اپنی اصلی حالت پر قائم نہ رہ سکے، اس لئے ہندوستان کا یونان سے مقابلہ کرنے مین ہم کو دو دقتین محسوس ہوتی ہین، ایک یہ کہ قدیم ہندوستان کے حربی کارنامے فلسفے اور اور علوم، قدیم یونان کے کارنامون اور علوم کی طرح اپنی اصلی اور مکمل صورت مین ہمارے سامنے نہین ہین، دوسرے یہ کہ اُن کی طرف موجودہ ترقی یافتہ اقوام کی وہ توجہ نہین ہے جو یونانی علوم کی طرف ہے جنکو وہ اپنی تہذیب کا منبع اور مخرج تصور کرتی ہین،

تاہم اگر حق پژوہی اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے اور ہر طرح کے تعصب سے علیحدہ ہوکر یونان اور ہندوستان کا مقابلہ کیا جائے تو یونان کی برتری کا فیصلہ کرنا آسان نہ ہوگا، موجودہ تہذیب و تمدن کی ساخت مین جن انکشافات و معلومات کو خاص طور پر دخل ہے ان کے لئے دنیا یونانیون سے بہت زیادہ ہندوستانیون کی احسانمند ہے، جیسا کہ پہلے کہہ چکا ہون ہندسہ اور نجوم ہندوستانیون ہی نے ایجاد کئے، یونانیون کو ان کے بعد یہ چیزین نصیب ہوئین حساب اور صرف و نحو کی ایجاد اور تکمیل بھی ہندوستان ہی مین ہوئی، یونانیون نے کبھی بھی پورے طور ان علوم کی تکمیل نہین کی (یونان کے) سولن (Solon) اور ڈریکو (Draco) کے نیم وحشیانہ قوانین سے پہلے گوتم اور بسیشٹھ کے مہذب اور مکمل قوانین ضبط تحریر مین آچکے تھے، کپیلا کا فلسفہ عین جدید فلسفہ ہے، اور یونانی فلسفیون مین اسکی مثال نہین ملتی، منطق کی بنیاد بھی

[1] عربون سے پہلے رومیون کے اقتدار کا زمانہ تھا، انھون نے یونانی علوم حاصل تو کئے مگر انکی کوئی خاص خدمت نہین کی، نہ انکو تباہی اور بربادی سے بچانے کے کوشان ہوئے،

ہندوستان ہی مین پڑی، ارسطو نے بہت زمانہ کے بعد اس کو مکمل کیا، خود یونانی سیاح جو یونان کے زمانۂ عروج مین ہندوستان آئے، یہان کی طرزِ معاشرت، یہان کے علوم، یہان کے طریقِ حکومت سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، جسکو اپنے سفرنامون مین انھون نے واضح کر دیا ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ یونانی تہذیب سے ہندوستانی تہذیب بڑھی ہوئی تھی ان سب پر بالا یہ کہ اخلاقی تعلیم کا وہ مجموعہ جو حضرت مسیح علیہ السّلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور جس پر آج یورپ کو اس قدر ناز ہے، ہندوستان ہی سے یورپ اور دوسرے ممالک مین گیا، اور اس کا اصلی بانی یونان مین نہین بلکہ ہندوستان مین پیدا ہوا تھا اور اس کے خیالات اور تعلیمات کی نشو و نما یہین ہوئی، عبادت کے لئے گرجے بھی قدیم ہندوستان مین تھے، قدیم یونان مین نہ تھے وہ خانقاہین جنھون نے ایکہزار سال تک یورپ مین کمزورون اور بیکسون کو ظالم و متعصب لوگون کے مقابلہ مین پناہ دی اور نہایت خوفناک مصائب اور صعوبتین جھیل کر جہالت کی تاریکی مین علم کی روشنی پھیلائی اور جو آج بھی نصف مسیحی دنیا مین پھیلی ہوئی ہین سب پہلے ہندوستان ہی مین قائم ہوئین، نہ کہ یونان مین،

واقعہ یہ ہے کہ ایک ہی قوم مین تمام خوبیان نہین پائی جاسکتین، ایرانیون کے بعد دنیا کی آریہ اقوام مین سے اہل ہند اور اہل یونان کے حصہ مین یہ آیا کہ ایک علوم اور تہذیب پیدا کرے اور دوسرا انکی توسیع و اشاعت کی کوشش کرے، یونانی کام کرنے والے اور مستعد لوگ تھے، اور اپنی جغرافیائی حیثیت سے اس قابل تھے کہ اپنے گرد و پیش تہذیب پھیلا سکین، یہ ایک ایسی گرانقدر خدمت تھی جو کبھی بھولی نہین جاسکتی، لیکن ساتھ ہی اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس تہذیب کا جزو اعظم غیر یونانی تھا،

ہندوستانیون کو کام کرنے سے زیادہ رغبت نہ تھی، اُن کو اپنے وطن کی بے حد محبت تھی،

اس سے با ہر قدم رکھنا ان پر بہت شاق گذرتا تھا، وہ تخیل کی زندگی زیادہ پسند کرتے تھے
اور زیادہ تر اسی کو مال زندگی سمجھتے تھے، ملک کی جغرافیائی حالت بھی اسی کی متقاضی تھی کہ وہ سکون
اور تخیل کی زندگی بسر کرین، ان سے بڑے بڑے انکشافات صادر ہون، اور وہ اہم بالشان
علوم کے موجد اور بانی ہون،

لہذا تمام حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا زیادہ مبالغہ نہ ہوگا کہ ہندوستانی، مسیح
سے قبل کی آخری تہذیب کے موجد اور بانی تھے اور یونانیون نے اس کو مکمل کیا اور پھیلایا،

سیرۃ النبی

جلد سوم

جس کے مقدمہ مین اولاً نفس معجزہ کی حقیقت اور اس کے امکان و قوع پر فلسفۂ قدیمہ علم کلام، فلسفۂ جدید اور قرآن مجید کے نقطہائے نظر سے مبسوط بحث و تبصرہ ہے اور اس کے بعد خصائص نبوت، یعنی مکالمۂ الٰہی، وحی نزول ملائکہ، عالم رویا معراج اور شرح صدر کا بیان ہی، اور پھر وہ آیات و معجزات مذکور ہین جنکا ذکر قرآن مجید مین ہے، بعد ازین وہ ہین جو مستند روایات سے ثابت ہین، پھر معجزونکی غیر معتبر روایات کی تنقید کا باب ہی اور آخر مین وہ بشارات نبوی ہین جو صحف سابقہ مین موجود ہین اور جن کے حوالے قرآن مجید و حدیث مین مذکور ہین اور اخیر مین خصائص محمدی کا باب ہے

قیمت درجہ اول عـہ

درجہ دوم ـــہ

تقطیع کلان تعداد صفحات ۶۱۸،

منیجر

عہدنامۂ زرتشتی

مرتبہ جی، کے، نزمیان صفحات ۱۱، ۴۴، ۲۰، باہتمام ایران لیگ بمبئی

بسلسلۂ

ادبیہ مارکر برائے ایران، مطبوعۂ فورٹ پرنٹنگ پریس

از

قاضی احمد میان اختر ریاست جوناگڈھ

ہمارے فاضل دوست مسٹر جی، کے نزمیان دمستشرق ہکے نام سے غالباً قارئین کرام واقف ہونگے، وہ بمبئی کے ایک نامور جرنلسٹ (صحاف) اور روسی زبان کے ہندوستان مین غالباً سب سے بڑے ماہر ہین، علامہ شبلی مرحوم کی علمی صحبتون بلکہ تلمذ سے بھی فیض یافتہ ہین، آپکو "اسلامیات" سے بہت دلچسپی ہے، اور اہل اسلام پر تمدن و علوم فارس کی تباہ و برباد کرنے کا جو غلط الزام متعصب یورپین مصنفین کی طرف سے لگایا جاتا ہے اس کو رفع کرنے مین آپ ایک عرصہ سے سرگرم ہین، چند سال پیشتر انھون نے "فارسی علم و ادب پر مسلمانون کے احسانات" کے نام سے ایک روسی مستشرق کی مختصر تصنیف کا انگریزی مین ترجمہ کیا تھا، حال ہی مین انھون نے دو عہدنامے اصل متن عربی مع ترجمۂ انگریزی اور ۲۰ صفحات کے ایک مختصر مگر دلچسپ مقدمہ کے ساتھ شائع کئے ہین جو شارع اسلام (علیہ الصّلوٰۃ والسلام) اور خلیفۂ چہارم حضرت علی (کرم اللہ وجہہ) کی طرف سے پارسیون کو عطا کیے گئے تھے، جیسا کہ مسٹر نزمیان نے مقدمہ مین ظاہر کیا ہے، سب سے پہلے پروفیسر گولڈزیہر (نامور مستشرق) کی ایک تقریظ نے جو کسی مطبوعہ کتاب پر لکھی گئی تھی انکی توجہ کو ان عہدنامون کی طرف منعطف کیا، تلاش کرنے

آخر وہ کتاب ان کو ملگئی جس مین یہ عہد نامے مع اور تاریخی کاغذات کے موجود تھے، یہ کتاب ۱۸۶۱ء مین
سہراب جی نامی بمبئی کے ایک پارسی بیرونٹ نے چھپوائی تھی،

۱- پہلا عہد نامہ پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے "مولی بن فرخ بن شخصان اخی سلمان
الفارسی" کے نام ہے جس کے کاتب حضرت علیؓ ہین اور آخر مین مہر نبوت ثبت ہے،

۲- دوسرا عہد نامہ حضرت علیؓ کی طرف سے مجوس بہرام شاد بن خیرادرس ساکن آذر باد کے نام ہے
اخیر مین حضرت امام حسینؑ کے دستخط ثبت ہین، اسی نمبر ۲ کا فارسی ترجمہ بھی آخر مین بطور نمبر ۳ کے شامل ہے
ان معاہدات کی صحت اور استناد کسی ذریعہ سے تیقین نہین ہے، خود مسٹر زیمان کو بھی اس
مین شک ہے، وہ لکھتے ہین:-

"کیا یہ عہد نامے صحیح اور مستند ہین؟ صاف صاف کہا جائے تو نہ انکی عربی زبان اور نہ فارسی
ترجمہ، جو غالباً ہندوستان مین ہوا ہے، ان کے غیر معترض استناد کے قیاس کی تائید کرتے
ہین: یہ صرف ابتدائی اسلام کے روادارانہ طرز عمل اور اہل کتاب، جن مین پارسی بھی شامل ہین،
کی جو محافظت مسلمانون نے کی اس کے شاہد ہین، اگر یہ جعلی ہین تو اور درجن بھر معتبر و مستند معاہدات
موجود ہین، اگر موجودہ معاہدون کا متن شکوک انگیز ہے اور اگر صحیح طور پر یہ ان بزرگ شخصیتون
کی طرف منسوب نہین کئے جاسکتے، جن کے نام سے یہ عطا کئے گئے ہین، تو اس مین تو شک ہی نہین
کہ یہ ابتدائی عہد اسلام کے فرمانروایان فارس کے طرز عمل، خیالات مذہبی وسیع النظری
اور ذہنیت پر روشنی ڈالتے ہین، ان (معاہدات) کے طرز بیان کی تائید ان معاہدات سے
ہوتی ہے جو قدیم تاریخون مین محفوظ ہین، جنکے مصنف بلاذری اور طبری، ایسے عجمی الاصل
مورخ ہین، ان مین سے اول الذکر پہلوی زبان سے واقف تھا" (صفحہ ۱-۹)

ان معاہدات کے مستند یا غیر مستند ہونے کا سوال اس قدر اہم نہین ہے، بلا شبہہ اہل اسلام نے

غیر قومون کے ساتھ فاتحانہ حیثیت مین جو رواداری کا برتاؤ کیا ہے اسکی نظیر دنیا کی تاریخ مین مشکل سے
ملیگی، لیکن ہم کو یہان دیکھنا یہ ہے کہ مسٹر زیمان کا یہ دعوی کہ مجوس بھی اہل کتاب مین شامل ہین
کہان تک صحیح ہے؟ موجودہ زمانہ مین یہ سوال ایک خاص اہمیت رکھتا ہے، خصوصاً اس حالت مین
جبکہ پارسی اور مسلمان دونون قومین اس وقت ایک ہی ملک مین، ایک ہی گورنمنٹ کے ماتحت
صلح پسندی اور اتحاد کے ساتھ رہنا چاہتی ہین اور اول الذکر کے بعض افراد مسلمانون کے ساتھ خون
کا رشتہ قائم کرنے کی تجاویز سوچ رہے ہین،

مسٹر زیمان نے اپنے دعوی کے ثبوت مین صرف یہ ثابت کرنا کافی سمجھا کہ مجوس کے ساتھ
اسلام مین ذمیون کا سا برتاؤ کیا گیا، اور چونکہ ذمی اہل کتاب ہی ہو سکتے تھے اس لئے پارسی بھی
اہل کتاب ٹھہرے اس مقصد کے لئے انھون نے ذیل کی احادیث پیش کی ہین:-

۱- حضرت علیؓ نے یہ روایت کرتے ہوئے کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت ابو بکرؓ نے اور
حضرت عمرؓ نے مجوسیون سے جزیہ لیا تھا، فرمایا کہ:- مین ان لوگون مین سے ہون جو مجوسیون
کو بہتر جانتے ہین، ان لوگون کے پاس ایک الہامی کتاب بھی تھی جسکو یہ پڑھا کرتے اور اسکے
مسائل کو پڑھایا کرتے تھے، لیکن اب وہ سب ان کے دلون سے محو ہو چکے ہین،

۲- جب بعض لوگون نے حضرت عمرؓ سے دریافت کیا کہ ان لوگون کی نسبت کیا کیا جائے
جو آتش پرست ہین، نہ تو وہ نصاری ہین نہ یہود، نہ اہل کتاب ہین، حضرت عمرؓ کو بھی معلوم نہ تھا
کہ ان کے ساتھ کس طرح کا برتاؤ کیا جائے اس موقعہ پر عبد الرحمن بن عوفؓ نے جو وہان موجود
تھے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجوس کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا جائے
جیسا کہ دیگر اہل کتاب کے ساتھ کیا جاتا ہے[1]،

[1] علامہ بدر الدین عینی ابی الفضل الحماد مین یہ حدیث اسطرح پر مروی ہے:- ولم یکن عمر اخذ الجزیۃ من المجوس حتی شہد عبد الرحمن بن عوف ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخذھا من مجوس ھجر-

۲۔ ایک مرتبہ مجوس سے جو اہل کتاب نہین سمجھے جاتے تھے جزیہ لینے پر سخت مخالفت کیگئی، اس وقت احنف نے کھڑے ہو کر مخالفت سے کہا کہ تم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر افترا کر رہے ہو اس لئے یا تو تم کو اس کے خلاف ثبوت دینا چاہئے ورنہ خدا کی قسم مین تمھارا سر اڑا دونگا، جیسا کہ احنف نے کہا واقعی پیغمبر صلعم نے مجوس ہجر سے جزیہ قبول فرمایا تھا، جب یہ معاملہ حضرت علی کے سامنے پیش ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ کس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس سے جزیہ لیا تھا اس لئے کہ وہ اہل کتاب تھے، لیکن ساتھ ہی آنحضرت صلعم نے انکی عورتون سے نکاح کرنا اور ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانے سے ممانعت فرمائی تھی۔" (ص ۲۲-۳۰)

مندرجہ بالا آثار کے علاوہ مسٹر زیمان نے بحرین اور نجران کے مجوس سے جزیہ لئے جانیکے متعلق کتاب الخراج اور فتوح البلدان کا حوالہ دیا ہے، اس مین شک نہین کہ رسول خدا صلعم نے مجوس سے جزیہ لیا تھا، جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے، لیکن محض اس بنا پر آج "پیردان زردشت" اہل اسلام کے نزدیک "اہل کتاب" نہیں ٹھہر سکتے، قرآن مجید کی اس آیت سے"

من الذین اوتوا الکتاب حتی یعطوا الجزیۃ الایۃ ان لوگون مین سے جنکو کتاب دیگئی یہان تک کہ جزیہ دین ۔

کوئی تحدید نہین نکلتی کہ اہل کتاب یہود و نصاریٰ کے سوا کسی سے جزیہ نہ لیا جائے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام (اور صحابہ کرام) نے جہان مقامات مذکورہ کے مجوس کے ساتھ یہ رعایت اور رواداری کا برتاؤ کیا تھا، وہان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی صاف طور پر فرما دیا تھا کہ اور معاملات مین ان کے ساتھ اہل کتاب کا سا برتاؤ جائز نہین،

قرآن مجید نے اہل کتاب کے متعلق مسلمانون کو حکم سنایا ہے کہ

وطعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم والمحصنٰت من المؤمنات والمحصنٰت ان لوگون کے کھانے جنکو کتاب دیگئی ہے تمھارے لئے اور تمھارے کھانے ان کے لئے حلال ہین اور نیز تمھارے

من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم الایۃ لئے مسلمان عورتون کے علاوہ اس قوم کی عورتین بھی جنکو کتاب تم سے پہلے دیجا چکی ہے جائز ہین،

اس کے ساتھ ہی پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر غور کیا جائے کہ مجوس کی عورتون کے ساتھ نکاح جائز نہین ہے اور نہ ان کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا، تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ جزیہ لینے پر بھی آپ کو ان کے اہل کتاب ہونے کا یقین نہ تھا، بہرحال یہ امر کہ پیروان زردشت بھی اہل کتاب ہین اور وہ بھی اسی سلوک کے مستحق ہین، جو دیگر اہل کتاب کے ساتھ کیا جا سکتا ہے کسی طرح مسلم نہین ہے،

مسٹر زیمان نے جیسی کہ ان سے توقع ہے، ایران اور اہل ایران کے تنزل و انحطاط کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے بہت سچ کہا ہے کہ:۔

"فی الواقع ایران مین زردشتیون کا نمایان انحطاط عربی نہین، بلکہ افغانی حملہ آوری کے زمانہ سے شروع ہوتا ہے۔ ۔ ۔ اگر یہ قوم باہمی اختلافات و نزاعات اور تباہ کن بغض و عناد کی وجہ سے متفرق نہ ہو گئی ہوتی تو وہ آج اس روز بد کو نہ پہنچتی" (ص ۲)

دوسری جگہ لکھتے ہین:۔

"اگر زردشتیان ایران کو نقصان اٹھانا پڑا، اور حقیقت مین یہ نقصان عظیم تھا، تو وہ نہ تو اسلام کی وجہ سے تھا نہ تمامتر اہل عرب کی وجہ سے، بلکہ وہ نتیجہ تھا اک مجموعۂ اسباب کا جن مین آخری ساسانی عہد کی رہبانی حکومت کا مذہبی اقتدار کچھ کم نمایان نہ تھا" (ص ۱۳)

چھٹی صدی ہجری کے ایک اسلامی مورخ، شہرستانی (صاحب الملل) کی رائے یہان نقل کرنا بیجا نہ ہوگا، وہ لکھتا ہے:۔

یہ کہنا کہ زردشتی مذہب کو زوال اس وجہ سے آیا کہ مسلمانون نے پکڑ پکڑ کر لوگون کو اپنے دین مین داخل کرنا شروع کیا بالکل بے بنیاد ہے۔ اسلام کے اوائل ایام مین بہت سے ایرانیون کا دین اسلام قبول کر لینا، کوئی بعید از قیاس امر نہین، لیکن پارسی مذہب کے پیرؤن کا بہت زمانے تک ایران مین موجود رہنا اور گاہے گاہے ان کا اپنے آبائی مذہب کو ترک کرکے اسلام مین داخل ہوتے رہنا بتلاتا ہے کہ لوگون نے اسلام برضا و رغبت قبول کیا، اور ان پر اس معاملہ مین کسی قسم کا تشدد روا نہین رکھا گیا، اگرچہ زمانہ مابعد کے قبول اسلام کی مثالین نسبتہً کم ہین تاہم ان واقعات کے سلسلہ کا ساڑھے تین صدیون تک جاری رہنا صاف طور سے شہادت دے رہا ہے، کہ مجوس کو مسلمانون کے عہد مین پوری آزادی حاصل تھی، اور لوگون نے جبر و اکراہ سے نہین بلکہ بطوع و رغبت اسلام قبول کیا"

تعجب ہے کہ باوجودیکہ مسٹر زیمان کو قرون اولے کے مسلمانون کے احسانات ان کے فیاضانہ سلوک اور رواداری کا اعتراف ہے پھر بھی وہ اہل عرب کے متعلق یہ کہنا نامناسب نہین خیال فرماتے:-

"اس زمانہ کے (؟) اہل عرب بہ نسبت جوش مذہبی کے زیادہ تر ملک گیری کی ہوس بلکہ جبریت (FANATICISM) کے زیر اثر تھے، ان مین سے اکثر لٹیرے تھے اور اس حیثیت سے انھون نے جن جن ممالک کو فتح کیا ان پر اپنا کوئی اثر باقی نہین چھوڑا، بجز ایک مذہب کے جسکی انھون نے موجودہ اصطلاح مین، عام اشاعت کی" (ص ۱۲)

ہم نہین سمجھتے کہ ہمارے فاضل دوست نے "عربیت" کے خلاف اس قدر متعصبانہ رائے قائم کرنے مین ذرا بھی انصاف سے کام لیا ہے افسوس وہ یورپ کی تقلید مین شاید بالکل بھول گئے کہ یہ وہی اہل عرب تھے جنھون نے، بقول ان کے، قرونِ اولیٰ مین اہل فارس کے ساتھ اس قدر رواداری کا برتاؤ کیا، ان کی محافظت کی، انکی تہذیب و تمدن، اور علم و ادب کو آئندہ نسلون تک

پہنچایا، کاش انھون نے ڈاکٹر لیبان کی تمدن عرب کا ٹھنڈے دل سے مطالعہ کیا ہوتا تو وہ کبھی بھی اس مستعجلانہ رائے کو ظاہر کرنے کی جرأت نہ کرتے کہ۔

"عربون نے جن جن ممالک کو فتح کیا ان پر اپنا کوئی اثر باقی نہین چھوڑا"

مقالۂ روسو

فرانس کا مشہور علمی و سیاسی انقلاب جن ارباب دماغ کا نتیجہ ہے ان مین روسو کو خاص اہمیت حاصل ہے دنیا کی اکثر مہذب زبانون مین اسکی تصنیفات کے ترجمے ہو گئے ہین صاحبزادہ ظفر حسین خان صاحب ڈپٹی انسپکٹر تعلیمات پیلی بھیت نے اس کے ایک اہم رسالہ کا ترجمہ کیا اور دار المصنفین نے شائع کیا ہے، اس رسالہ مین روسو نے علوم کی قدر و قیمت پر ناقدانہ نگاہ ڈالی ہے اس لائق ہے کہ اردو دان اصحاب اس کا مطالعہ کرین۔

قیمت ۸؍

"منیجر"

نٹشے اور مسیحیت،

از

مولوی سید ظفر الدین صاحب ندوی لکچرر ڈھاکہ یونیورسٹی،

مسیحیت کے متعلق نٹشے کے خیالات بیان کرنے کے قبل یہ مسئلہ غور طلب ہے کہ ایک نہین متعدد فلسفیون نے مسیحی مذہب پر حملے کئے اور اس کے خلاف رسالے پر رسالے لکھے مگر یورپ برافروختہ نہین ہوا لیکن جب نٹشے مسیحیت پر اعتراض کرتا ہے تو کیون سارا یورپ چراغپا ہو جاتا ہے اور دنیائے مسیحیت مین ایک تہلکہ مچ جاتا ہے؟ ہیوم، کینٹ، مارکس، اسپنسر، ڈارون سب کے سب دین مسیحی کے خلاف تھے اور ان کے نظریون نے مسیحیت کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی، مگر ان مین سے کسی کو مجنون و مخبوط الحواس نہین کہا گیا، آخر نٹشے کے اعتراضات مین کیا خصوصیت تھی کہ یورپ نے اسے دیوانہ اور پاگل کے لقب سے پکارا!

حقیقت یہ ہے کہ نٹشے سے پہلے مسیحیت پر جتنے اعتراضات کئے گئے وہ اس کے ارکان عقائد اور عبادات کے متعلق تھے اور کسی نے اب تک اسکی اخلاقیت مین ہاتھ نہین لگایا تھا چونکہ اس قسم کے اعتراضات آئے دن تقریبًا تمام مذاہب پر ہوتے رہتے ہین اس لئے یورپ نے ان کو ناقابل التفات سمجھا، لیکن نٹشے کو مسیحیت کی مذہبیت سے کوئی غرض نہ تھی، اس نے صرف مسیحیت کی اخلاقیت پر حملہ کیا اور یہ حملہ کارگر ثابت ہوا، علمبرداران مسیحیت کو اپنے مذہب کی اخلاقیت پر ناز تھا، نٹشے کے حملون نے ان کا غرور توڑ دیا اور وہ مجسمہ غیظ و غضب ہو گئے، چنانچہ نٹشے اپنی مشہور کتاب [illegible] مین لکھتا ہے:-

"مسیحیت پر اب تک جتنے حملے کئے گئے وہ نہ صرف بزدلانہ تھے بلکہ غلط بھی، جب تک مسیحی اخلاقیت کو دنیا کا بدترین جرم قرار نہین دیا گیا تھا، حامیان مسیحیت کو اطمینان تھا، مسیحی مذہب کی اخلاقیت کی قدر و قیمت کا مطالعہ کئے بغیر اسکی حفاظت و صداقت کے متعلق سوال کرنا میرے موضوع بحث سے باہر ہے، خواہ یہ سوال وجود باری کی بابت ہو خواہ دین عیسوی کی ابتدا کی بابت ہو، اصل سوال یہ ہے کہ مسیحیت کی اخلاقیت کسی کام کی بھی ہے یا صرف خطرناک ہی ہے ہر چند کہ اس کا نفاذ تقدس کے پیرایہ مین ہو؛"

یورپ کے غیظ و غضب مین اشتعال پیدا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ نٹشے ایک ایسے خاندان مین پیدا ہوا جو کئی پشت سے پادریون کا خاندان تھا، حامیان مسیحیت کو قدرتی طور پر توقع تھی کہ یہ ہونہار لڑکا آگے چلکر اپنے آبائی مذہب کا پشت و پناہ ہو گا مگر وہ خلاف امید مسیحیت کا جانی دشمن نکلا جس نے پادریون، راہبون اور مذہبی پیشواؤن کے رازہائے سربستہ کو فاش کر دیا۔

مخالفت کی ابتدا

نٹشے کے دل مین مسیحیت کی طرف سے بدظنی اسی وقت پیدا ہوئی جب کہ وہ بون یونیورسٹی مین پڑھتا تھا، کیونکہ اسی زمانہ مین (۱۸۶۵ء) "ایسٹر" کی مذہبی تقریب مین اس نے شرکت کرنے سے قطعی انکار کر دیا اور اپنی بہن (ایلیزبتھ نٹشے) کو یہ خط لکھا کہ "اگر تم روحانی اطمینان و مسرت چاہتی ہو تو اپنے مذہب پر قائم رہو اور اگر حق کی حامی ہونا چاہتی ہو تو تحقیق و تفتیش کرو"

نٹشے جب بون یونیورسٹی چھوڑ کر لیپسک یونیورسٹی مین داخل ہوا تو اسے شوپن ہار کی تصنیفات کا مطالعہ کرنا پڑا، اسکی مشہور کتاب (THE WORLD AS WILL AND AS IDEA) نے نٹشے کے خیالات مین ایک عظیم الشان انقلاب پیدا کر دیا اور مسیحیت کی جانب سے اسکی بدگمانی اور مستحکم ہو گئی، اس کے پہلے جرمن فلسفی ڈیوڈ اسٹراز اور فرانسیسی فلسفی رینن کی کتابین، حیات مسیح کے نام سے شائع ہو چکی تھین، جن مین یہ ثابت کرنے کی کوشش کیگئی ہے کہ حضرت

مسیح علیہ السلام کے ارشادات وہدایات کو وحی والہام سے کوئی تعلق نہین، ڈارون کی کتابین مشہور خاص وعام ہوچکی تھین، کینٹ اور لمارک کی تصنیفات مقبول خلائق ہوچکی تھین، نٹشے ان کے عالمگیر اثرات سے کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا، رفتہ رفتہ وہ مسیحیت کا سخت مخالف ہوگیا اور اپنی ساری کوششین اس کے استیصال مین صرف کردین،

نٹشے اب دیگر مخالفین مسیحیت کی طرح نقل وروایت کی بجائے فہم ودرایت پر اعتماد کرتا تھا، فرق صرف یہ تھا کہ اورون نے مسیحی عقائد وارکان کی تحقیق مین درایت کو دخل دیا اور اس نے مسیحیت کے قوانین اخلاق کی تحقیق مین درایت سے کام لیا، نٹشے جسکا اصل مقصد یہ تھا کہ قوانین اخلاق کا ایک ایسا مجموعہ تیار کرے جو لوگون کے لئے لائحہ عمل، دستور کار اور مشعل ہدایت کا کام دے اور جس پر عمل کرنے سے افراد انسانی کے دل ودماغ سے پست خیالی اور کم ہمتی دور ہوجائے اور ان مین بلند حوصلے اور اعلیٰ جذبات پیدا ہون، وہ ان سوالات کو دور از کار سمجھتا تھا کہ خدا ایک ہے یا تین، حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے بیٹے ہین یا نہین، انجیل خدا کا کلام ہے یا انسان کا، اس کے دل مین جو خلش تھی وہ یہ تھی کہ کیا مسیحیت اپنی موجودہ اخلاقیت سے بنی آدم کی حالت کو سدھار سکتی ہے یا نہین؟ اور مسیحی اخلاقیت نے اشیاء عالم کی جو قدر وقیمت معین کی ہے وہ صحیح ہے یا نہین؟ نٹشے ان سوالات کا جواب پرزور نفی مین دیتا ہے، نٹشے مسیحی اخلاقیت پر مختلف پہلوؤن سے اعتراض کرتا ہے،

مسیحیت اور انتخاب طبعی،

نٹشے نے ارتقائین سے ایک قدم آگے بڑھکر یہ دعویٰ کیا کہ اشیاء عالم مین تنازع للبقاء، اور کشمکش حیات نہین بلکہ تنازع للقوۃ جاری ہے، دنیا کی چیزین صرف زندہ رہنے کے لئے نہین کہ یہ پست خیال ہے بلکہ زور وقوت کے حصول کے لئے سرگرم کار ہین، اور انتخاب طبعی کا اقتضا یہ ہے کہ وہ تمام چیزین جو ضعف اور کمزوری پیدا کرین اور زور وقوت کے حصول

مین سدّراہ ہون خودبخود فنا ہوجائنگی اور اگر آسانی سے فنا نہ ہون تو وجدان سلیم کا مطالبہ یہ ہے کہ انکو قصداً فنا کردیا جائے ورنہ اندیشہ ہے کہ کار آمد اور مفید اشیاء بھی انکے اثر سے متاثر ہوکر تباہ و برباد ہوجائنگی،

نٹشے نے انجیل کا مطالعہ کیا اور ہر جگہ یہی پایا کہ کمزورون اور ناکارون کی فضیلت بیان کیگئی ہے اور مختلف طریقون سے انکی ہمت افزائی کی گئی ہے، اور ان کے مقابلے مین پرزور اور لائق ہستیون کی دھجیان اڑائی گئی ہین، مثال کے طور پر اس نے انجیل سے متعدد اقتباسات بھی اپنی کتاب "جینالوجی آف مورلس" مین درج کئے ہین، ان مین سے بعض یہ ہین:-

(۱) صرف بدنصیب، غریب اور نیچے طبقے کے لوگ اچھے ہین، (۲) صرف غربت زدہ، محتاج، بیمار، اور بدصورت اشخاص مقدس ہین اور ان پر خدا کی رحمت نازل ہوتی ہے (۳) مغرور اور خوددار لوگ برے ہین، ظالم ہین ملحد ہین، اور ہمیشہ کے لئے رحمت ایزدی سے محروم ہین اور ان پر خدا کی پھٹکار برستی ہے، (۴) غریبون پر خدا کی خاص رحمت ہے اور بہشت کی بادشاہت ان ہی کو ملے گی، (۵) آہ وزاری اور گریہ وبکا کرنے والون پر برکت نازل ہوتی ہے اور کمزورون ہی کو آخرکار دنیا کی حکومت ملیگی،

اس لئے قدرتی طور پر نٹشے کی رائے مین انتخاب طبعی کی راہ مین سب سے بڑی رکاوٹ مسیحیت معلوم ہوئی جسکی اخلاقیت درحقیقت کمزورون کی حمایت سے عبارت ہے، نٹشے مسیحیت کو انتخاب طبعی کا نقیض سمجھتا ہے اور کہتا ہے کہ مسیحی اخلاقیت انسان کو نکما اور اپاہج بنانے کا ایک زبردست ذریعہ ہے، چنانچہ وہ لکھتا ہے:-

"اگر بیمار اور کمزور شخص کی منزلت وہی ہو جو صحیح وتندرست کی ہے تو پھر ارتقاء کی قدرتی راہ مسدود ہوجائے گی اور خلاف فطرت چیز قانون بنجائیگی، قدرت کا اقتضاء

یہ ہے کہ کمزور، بوسیدہ اور ناکارے لوگ فنا ہو جائین لیکن مسیحیت خاصکر ایسے ہی لوگون کی حمایت کا ذمہ لیتی ہے، مسیحیت کمزورون اور اپاہجون کی اس تعداد کو مستحکم کرتی ہو جو ان کو ایک دوسرے کی حفاظت و اعانت کی تعلیم دیتی ہے، جو شخص ایسی تعلیم کو خلاف اخلاق اور زندگی کے لئے مضر نہ سمجھے وہ بھی دراصل پست خیال ہے، نوعِ انسان کی خالص اور بے لوث محبت کا مطالبہ یہ ہے کہ افراد انسانی اسکی خاطر قربانی کرین بیشبہ یہ محبت ایک کٹھن اور دشوار چیز ہے کیونکہ یہ انسانی قربانی کی طالب ہے"

مسیحیت اور تقسیم اخلاقیت

نٹشے کی راے مین (جسکی تفصیل جنوری ۲۵ء کے معارف مین شائع ہو چکی ہے) افراد انسانی دو طبقون پر منقسم ہین، ایک حکمرانون کا طبقہ، اور دوسرا محکومون کا طبقہ، اور ان دو طبقون کی ضروریات زندگی اور طرز معاش کے مطابق اخلاقیت کی بھی دو قسمین ہین، ایک اعلیٰ اخلاقیت اور دوسری ادنیٰ اخلاقیت، پہلی اخلاقیت انسان کے دل و دماغ مین بلند حوصلے، شریفانہ خیالات اور خود دارانہ جذبات پیدا کرتی ہے اور آئینِ جہانگیری اور طریقہ حکمرانی سکھلاتی ہے اور دوسری اخلاقیت انسان کو پست خیال، کم ہمت، ناکارہ، اور احمق بناتی ہے اور سادگی و خاکساری اور باہمی مروت و ہمدردی کی تعلیم دیتی ہے،

نٹشے کا اعتراض یہ ہے کہ مسیحیت کی اخلاقیت ادنیٰ اخلاقیت ہی جس مین ادنیٰ طبقہ کے لوگون کی ضروریات کا لحاظ کیا گیا ہے اور اعلیٰ طبقہ کے لوگون کے لوازمات کو نظر انداز کر دیا گیا ہو، جس مین رذیلون، ناکارون اور احمقون کو سبز باغ دکھائے گئے ہین اور شریفون، لائقون اور عقلمندون کے حسیات و جذبات کو پامال کیا گیا ہے، جس مین رذالت و حماقت کی مدح کیگئی ہو اور شرافت و عقلمندی کی مذمت، مثال کے طور پر نٹشے حسب ذیل اقتباسات پیش کرتا ہے:-

(۱) کیا خدا نے دنیا کی عقل کو بے عقلی سے نہین بدلا ہے! (۲) خدا نے احمقون کو برگزیدہ

بنایا تاکہ وہ عقلمندون کو مبہوت کر دین، اور خدا نے کمزور چیزون کو منتخب کر لیا تاکہ وہ زور آور اشیا پر غالب ہو جائین، (۳) خدا نے دنیا کی رذیل اور ذلیل چیزون کو پسند کر لیا ہو (۴) خدا عقلمندون، شریفون اور طاقتورون کو پسند نہین کرتا،

نٹشے نے مسیحیت پر "تقسیم اخلاقیت" کی رو سے جو اعتراض کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:-

"مسیحیت نیچے طبقے کے لوگون کی حمایت و حفاظت کا ایک مغالطہ آمیز ذریعہ ہے، مسیحیت نے اعلیٰ طبقے کے لوگون سے جنگ کر رکھی ہے اور انکی کوششون مین روڑا اٹکا رکھا ہے اور ان کو ناکارہ بنا دیا ہے، مسیحیت ہمیشہ کمزور، بوسیدہ اور پست چیزون کا ساتھ دیتی ہے، مسیحیت نے طبائع انسانی کی تمام خود دارانہ قوتون کا استیصال کرنا اپنا مسلک قرار دیا ہے، مسیحیت نے زبردست دماغون کا ستیاناس کر دیا ہے کیونکہ اسکی تعلیم ہے کہ عقل و دماغ کے مشورہ پر چلنا گناہ اور ضلالت کا پیش خیمہ ہے"

"رحم" اور "بے غرضی" مسیحی اخلاقیت کے اصل اصول ہین، مگر نٹشے ان دونونکو حیات انسانی کے لئے مہلک سمجھتا ہے، اسکی رائے ہے کہ رحم تضیع جذبات ہے اور اخلاقیت کے پردہ مین خوشامد و چاپلوسی ہے، رحم ان حسیات و جذبات کی مخالفت کرتا ہے جو انسان کی رفعت خیالی اور بلند حوصلگی کا باعث ہوتے ہین، رحم مرض متعدی ہے، صحت انسانی کا دشمن ہے اور ضعف و ناتوانی پیدا کرتا ہے، جب انسان رحم کرتا ہے تو اس کا زور گھٹ جاتا ہے، رحم، تباہی و بربادی کا پیش خیمہ ہے،

"بے غرضی" کے متعلق نٹشے کا خیال ہے کہ "بے غرضی" کی تعریف و تحسین کرنا ہی خود غرضی کا اظہار کرنا ہے، "انسان اپنے ہمسایہ کی بے غرضی اور بے نفسی کی جو تعریف کرتا ہو وہ صرف اس وجہ سے کہ وہ اسکی "بے غرضی" سے اُن نقصانات سے محفوظ رہتا ہے جو اس

(ہمسایہ) کی خود غرضی کی حالت مین اس کو پہنچ سکتے تھے اگر وہ خود بیغرض اور بے لوث ہوتا اور نفع وضرر کی پروا نہ کرتا تو اسے اپنے ہمسایہ کی بے غرضی کی تعریف کا خیال بھی نہ ہوتا، پس کسی کی بے غرضی کو سراہنا در حقیقت اپنی غرضمندی کا اظہار کرنا ہے،

علاوہ برین نٹشے کا دعویٰ ہے کہ مسیحیت بے غرضی کی تعلیم تو دیتی ہے مگر خود اس پر عمل پیرا نہین ہے، آج ایک بے غرض اور بے لوث شخص کی تعریف و تحسین کیجاتی ہے حالانکہ خود مسیحیت اپنے عروج کے زمانہ مین خود غرضی کا مجسمہ تھی، پہلے حامیان مسیحیت بے دیکھے صرف ایک چیز کا خیال کرتے تھے یعنی اپنی نجات اور بس،

مسیحیت اور تمدن

نٹشے کا دعویٰ ہے کہ مسیحی اخلاقیت ناقابل عمل ہے، کیا کوئی شخص ایسا ملے گا جس کے ایک گال پر اگر طمانچہ پڑے تو دوسرا گال بھی پیش کر دے؟ کیا کوئی فرد بشر ایسا ہے جو دشمن سے اسی طرح محبت کرتا ہو جس طرح وہ اپنے دوست سے محبت کرتا ہے؟ کیا ہم اس امر کو پسند کرین گے کہ مسیحی تعلیم کے مطابق علوم وفنون سے بے بہرہ رہین اور جاہل مطلق اور احمق بنے رہین کہ رحمت ایزدی ایسے ہی لوگون کے لئے مخصوص ہے؟ بالفرض ایسے نفوس دستیاب بھی ہوئے تو نٹشے کا اعتراض یہ ہے کہ مسیحی اخلاقیت تمدن کے لئے سخت مہلک ہے، اگر دنیا مسیحی اخلاقیت پر عمل پیرا ہو تو نظام عالم درہم برہم ہو جائے اور سیاست وتمدن کا وجود خواب وخیال ہو جائے، مسیحیت اور تمدن دو متضاد چیزین ہین جو یکجا جمع نہین ہو سکتین،

مسیحیت کی اخلاقیت پر نٹشے کے سابق اعتراضات سے خاکسار کو مطلق اتفاق نہین مگر اس آخری اعتراض سے پورا اتفاق ہے، یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ مسیحیت کی بیاض تعلیم مین تمدن وسیاست کی جگہ سادی پڑی ہوئی ہے، یورپ کا تاریک ماضی اور شاندار حال اسکی بین دلیل ہے، دنیائے مسیحیت نے تہذیب وتمدن مین اس وقت تک ترقی نہین کی جب تک

مذہب کو ٹھکرا نہین دیا گیا، عہد حاضرہ مسیحیون کا عہد زرین کہلاتا ہے مگر کتنے نفوس ایسے ہین جو مسیحیت کی تعلیم پر عمل پیرا ہین؟ آج اگر کسی عیسائی کے ایک گال پر طمانچہ پڑے تو وہ تلوار لے کر کھڑا ہو جائے، دشمن سے محبت تو درکنار، دوست بھی غداری کرنے مین کوئی باک نہین،

نٹشے مسیحیت پر تمدنی نقطہ نظر سے بحث کرتے ہوئے ایک جگہ لکھتا ہے:-

"عہد ماضی کے تہذیب وتمدن سے ہمین جو پھل ملنے والا تھا مسیحیت نے اس کا ستیاناس کر دیا اور پھر بعد کو تمدن اسلام سے جو فائدہ ہم اٹھا رہے تھے اُسے مسیحیت نے برباد کر دیا، مسیحیت نے اندلس کے شاندار تمدن اسلام کا گلا گھونٹ دیا، صلیبیون نے مسلمانون کے خلاف جنگ کی لیکن اس سے کہین بہتر ہوتا کہ وہ زمین کے اندر سما جائے، جنگ صلیبی زبردست رہزنی تھی،"

نٹشے اور مسیح علیہ السلام

نٹشے حضرت مسیح علیہ السلام کی تعظیم وتکریم کرتا ہے لیکن اس کا خیال ہے کہ ان کی تعلیم وتبلیغ کا منشا صرف طرز زندگی بتانا تھا نہ کہ مذہب قائم کرنا، یعنی یہ کہ زندگی اسی طرح گذارنی چاہئے جس طرح سولی پر جان دینے والے نے گذاردی، آج بھی ایسی زندگی گذاری جا سکتی ہے، لیکن حضرت مسیح علیہ السلام بودھ کی طرح جس روحانی سکون وطمانیت کی تعلیم دیتے تھے ان کی وفات سے اس کا خاتمہ ہو گیا،

نٹشے سینٹ پال کو مسیحی مذہب کا ذمہ دار بلکہ بانی قرار دیتا ہے اور اسی بنا پر اپنا سارا غصہ اسی پر اتارتا ہے، چنانچہ وہ کہتا ہے کہ

"سینٹ پال بدباطن شخص تھا اور اقتدار حاصل کرنے کی فکر مین رہتا تھا، اس نے حضرت مسیح کی زندگی، ان کی ہدایات اور انکی موت کے واقعات کی تحریف کر دی

اس نے بنی اسرائیل کی تاریخ اس طور پر بدلدی کہ وہ اسکی اغراض کے مطابق ہوگئی حالانکہ تمام جانشینون نے اپنے پیشواؤن کی پوری تقلید کی ہے، جن چیزون پر خود سینٹ پال کو ایمان نہین تھا وہ انھین جاہلون اور نادانون سے منوانا چاہتا تھا، وہ ایک فریبی اور چالباز آدمی تھا، اس نے ادنیٰ درجہ کی اخلاقیت کو لوگون کے دلون مین جاگزین کرادیا، اس کا قول تھا کہ شرفاء کی زیادہ ضرورت نہین ہے بلکہ خدائے پاک دنیا کی خراب اشیاکو چن لیتا ہے تاکہ اچھی چیزین برباد ہوجائین "

خلاصہ یہ کہ جس مذہب کا بانی اور جس اخلاقیت کا موجد سینٹ پال جیسا شخص ہو اس سے بنی آدم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ اور نیز یہ کہ ایسے مذہب و اخلاقیت کو صحیح مذہب اور اعلیٰ اخلاقیت کا درجہ کیونکر حاصل ہوسکتا ہے؟ نٹشے کی رائے مین سینٹ پال کے ذاتی اخلاق وعادات کی جھلک نمایان طور سے مسیحیت مین موجود ہے اور اس لئے وہ ان تمام الزامات کی مستحق ہے جو اس کے بانی (سینٹ پال) پر عائد کئے جاسکتے ہین،

آخر مین نٹشے مسیحیت کے خلاف یہ فیصلہ صادر کرتا ہے:-

"مین مسیحیت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہون، اور اس پر وہ بڑے سے بڑا جرم جو ایک حاکم ایک ملزم پر عائد کرسکتا ہے عائد کرتا ہون، مین مسیحی مذہب کو دنیا کی سب سے بڑی بدکاری سمجھتا ہون میرے نزدیک مسیحیت بہت بڑی لعنت، بہت بڑی ضلالت اور بہت بڑا انتقام ہے، مسیحیت کو ہر قسم کے صفاتِ ذمیمہ سے متصف کیا جاسکتا ہے، مین مسیحیت کو دامن انسانیت کا ہمیشہ رہنے والا بدنما داغ سمجھتا ہون"۔

نٹشے اور مذہب نٹشے نے مسیحیت کی تردید مین جو دلائل پیش کئے ہین ان مین سے اکثر تقریباً تمام مذاہب کے خلاف پیش کئے جاسکتے ہین اس لئے یہ نتیجہ نکالنا نہایت آسان ہے کہ وہ سرے سے

مذہب ہی کا مخالف تھا اور وہ مذہب کو ایک لغو و بیکار چیز سمجھتا تھا، لیکن اسکی بعض کتابون کے مطالعہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو مذہب کے مفید اور کارآمد ہونے مین کلام نہ تھا اور وہ مطلقاً مذہب کی خوبیون کا منکر نہ تھا، چنانچہ وہ ایک جگہ لکھتا ہے:-

"خواص کے ہاتھ مین مذہب ایک ایسا ہتھیار ہے جس کے ذریعہ سے وہ عوام پر آسانی سے حکومت کرسکتے ہین، اور عوام بھی اس سے مستفید ہوتے ہین کیونکہ ایک طرف مذہب کے ذریعہ سے وہ اطاعت و فرمانبرداری کا طریقہ سیکھتے ہین اور دوسری طرف وہ اپنی غربت و افلاس اور مصیبت و تکلیف کو مذہب کی بدولت فراموش کردیتے ہین اور صبر و قناعت کرتے ہین"

اسی بنا پر اے، ایم لوڈویکی (جس نے نٹشے کے فلسفہ پر متعدد کتابین لکھی ہین) کا خیال ہے کہ نٹشے صحیح معنون مین مذہب کا حامی تھا، اس نے مسیحیت کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس سے مطلقاً مذہب کا انکار مقصود نہین تھا،

اجتہادات نبویہ

از

مولانا عبد السّلام ندوی،

نقلی حیثیت سے متعدد حدیثون کی قطعیت اور صحت پر خود محدثین و فقہا کے زمانے مین کافی بحث ہو چکی ہے اور عقلی پہلو سے بھی بعض احادیث پر اعتراضات کئے گئے ہین، قرآن مجید کو بھی احادیث کی صحت کا معیار قرار دیا گیا ہے اور جو حدیثین اوس کے مخالف نظر آئی ہین، اُن کو خود صحابہ نے بھی ناقابل تسلیم قرار دیا ہے، لیکن بااینہمہ اصولی حیثیت سے اتنا سب نے تسلیم کر لیا ہو کہ حدیث ایک حجتِ شرعی بلکہ وحی غیر متلو ہے اور اوسکا ایک معتد بہ حصہ نقلی و عقلی اعتراضات سے محفوظ ہے، لیکن اس زمانے مین بعض لوگ اس متفقہ رائے سے اختلاف کرتے ہین اور وہ حدیث کے کسی حصے کو بھی حجت نہین خیال کرتے، چنانچہ خواجہ عباد اللہ اختر بی اے "اُمت مسلمہ کے ماہوار رسالہ بلاغ" بابت اپریل ۱۹۲۵ء مین ایک مضمون کے سلسلے مین احادیث کے متعلق لکھتے ہین کہ اگر بالفرض

"ان کی صحت کسی علمی شہادت سے پایہ ثبوت کو (بھی) پہنچ چکی ہو (تو وہ) اجتہادات نبوی ہین، اور اُنھی حالات خارجی اور ذہنی کے تحت قابل عمل ہین جو رسول کریم کے زمانہ مین یا اس قران مین رونما ہوئے،"

کیونکہ ہمارے رسول کریم

"خارجی اور ذہنی حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے اُنھی اصول کی بنا پر جو قرآن مین مفصل مذکور ہین اجتہاد فرمایا کرتے جنھین ہم احادیث سے موسوم کرتے ہین،"

لیکن ان مین اور قرآن مجید کے اصول مین یہ فرق ہے کہ

"احکام حالات کے مناسب وضع ہوتے ہین اور اصول فطری ہوتے ہین جو کبھی تبدیل و تحویل نہین ہوتے،"

اگرچہ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کے ان غیر متبدل اصول سے جو نتائج نکالے جائین گے وہ بھی غیر متبدل ہونگے، اس لئے احادیث مین جو احکام اصولی طور پر قرآن مجید سے اخذ کر کے بیان کئے گئے ہین اُنکو بھی غیر متبدل ہونا چاہئے، لیکن بااینہمہ غور و فکر کے بعد احادیث پر نظر ڈالنے سے جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے، خواجہ صاحب کو معلوم ہوتا ہو کہ یہ اجتہاد وقتی تھا،

اب ان اقتباسات کو پڑھ کر قدرتی طور پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان وقتی اجتہادات کی حیثیت کیا ہے ؟ اور ان مین اور عام امت کے اجتہاد مین کوئی فرق ہے یا نہین ؟ خواجہ صاحب کے نزدیک "اجتہادات نبویہ" کو عام اُمت کے اجتہاد پر کوئی فضیلت حاصل نہین ہے،

بلکہ تمام اجتہادات مین غلطی کا احتمال ہے اور رسول کریم کے اجتہادات بھی معرا عن الخطا نہ تھے،

اب اس مضمون مین عقلی و نقلی حیثیت سے صرف یہ مسئلہ تنقیح طلب ہو کہ

۱- اجتہادات نبویہ مین غلطی کا احتمال ہو سکتا ہے ؟ یا نہین ؟

خواجہ صاحب اگر اہل قرآن یا اتباع سید احمد خان مین ہین تو سردست ہمارا خطاب اُن سے نہین ہے، لیکن عام اُمت مسلمہ کے نزدیک یہ سوال بالکل صاف ہے، اور ائمہ و محققین نے اکثر

مسلمانون کے دلون کو شک وشبہہ کے زنگ سے پاک کرکے اس قدر جلا دیدی ہے، کہ اگر
دل مین اس قسم کے سوالات پیدا ہی نہین ہوسکتے، مثلاً شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ
البالغہ مین مبحث "استنباط الشرائع من حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کا ایک خاص باب باندھا
ہے، اور اس مین سب سے پہلے علوم نبویہ کی نوعیت پر بحث کی ہے چنانچہ وہ فرماتے ہین کہ

رسول اللہ صلعم سے جو حدیثین روایت کرکے کتب حدیث مین جمع کیگئی ہین انکی دو قسمین ہین،

۱- ایک وہ حدیثین ہین جو منصب رسالت وتبلیغ شریعت سے تعلق رکھتی ہین اور خداوند
تعالی کا یہ ارشاد کہ

وما آتاکم الرسول فخذوہ وما — پیغمبر جو کچھ تم کو دیدے اسکو لے لو، اور جس
نہاکم عنہ فانتہوا — چیز سے روکدے، اس سے رک جاؤ،

اسی قسم کی حدیثون سے تعلق رکھتا ہے اور معاد اور عجائبات ملکوت سے جو علوم تعلق
رکھتے ہین وہ بھی اسی قسم مین داخل ہین اور یہ تمام علوم وحی کی طرف منسوب ہین،

شرائع، عبادات، اور اجتماعیات کے گذشتہ تعینات بھی اسی منصب رسالت سے تعلق
رکھتے ہین اور ان مین بعض وحی کی طرف اور بعض اجتہاد کی طرف منسوب ہین لیکن
رسول اللہ صلعم کا اجتہاد بھی بمنزلہ وحی کے ہے کیونکہ خدا نے آپ کو اس سے معصوم و
محفوظ رکھا ہے کہ آپ کی رائے غلطی پر قائم ہو، یہ کوئی ضروری نہین کہ آپ کا اجتہاد
کسی نص سے مستنبط ہو جیسا کہ خیال کیا جاتا ہے بلکہ زیادہ تر اسکی صورت یہ تھی کہ خداوند تعالے
نے آپ کو شریعت کے مقاصد، تشریع، تیسیر، اور احکام کے اصول سکھا دیئے تھے، اور آپنے
انہی مقاصد کو جو وحی کے ذریعہ سے حاصل ہوئے تھے ان اصول وقوانین کے ذریعہ سے بیان
فرمادیا،

متفرق حکمت کی باتین اور عام غیر موقت وغیر منضبط مصلحتین، مثلاً اخلاق صالحہ اور
اخلاق غیر صالحہ کا بیان بھی اسی منصب تبلیغ رسالت مین داخل ہے اور ان مین اکثر اجتہاد
کی طرف منسوب ہین، یعنی خداوند تعالی نے آپ کو اجتماعی اور تمدنی قوانین سکھا دیے تھے
اور آپ نے انہی سے حکمت کی باتون کو اخذ کیا اور انھین سے کلیات بنائے فضائل اعمال
اور مناقب عمال بھی اسی منصب سے وابستہ ہین، اور میرے خیال مین ان مین بعض
وحی سے اور بعض اجتہاد سے تعلق رکھتے ہین،

۲- دوسری قسم وہ ہے جسکو منصب تبلیغ رسالت سے تعلق نہین، اور رسول اللہ صلعم کا یہ ارشاد کہ
"مین تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہون جب تمہارے دین کے متعلق کوئی حکم دون
تو اُس کو قبول کرلو اور جب تمکو اپنی رائے سے کوئی حکم دون تو مین صرف ایک انسان
ہون" اسی طرح کھجورون کے جفت ہونے کے معاملے مین آپ کا یہ ارشاد کہ "مینے
ایک رائے قائم کی تھی اور تملوگ میری رائے پر عمل نہ کرو، البتہ جب مین خدا کی طرف
سے تمہارے سامنے کوئی بات بیان کرون تو اس کو قبول کرلو کیونکہ مین خدا کے
معاملے مین جھوٹ نہین کہتا"، اسی غیر تبلیغی منصب سے متعلق ہے، طبی مسائل
بھی اسی دوسری قسم مین شامل ہین اور آپ کا یہ فرمانا کہ "تملوگ سیاہ اور سفید پیشانی
کے گھوڑے کو استعمال کیا کرو"۔ اسی سلسلے مین داخل ہے، اور اس کا دار مدار تجربہ
پر ہے، آپ نے علی سبیل العادۃ نہ علی سبیل العبادت، اور اتفاقاً نہ کہ قصداً جو کچھ کیا ہے
وہ بھی اسی قسم سے تعلق رکھتا ہے، اپنی قوم کے خیالات کے موافق آپ نے جو کچھ بیان کیا ہے
مثلاً ام زرع کا واقعہ اور خرافہ کی حدیث تو یہ بھی اسی قسم سے متعلق ہے، اور زید بن ثابت سے
جب کچھ لوگون نے حدیث بیان کرنے کی خواہش کی تو انھون نے اسی نکتے کو ان الفاظ

مین بیان فرمایا کہ "مین آپ کا پڑوسی تھا، جب آپ پر وحی نازل ہوتی تھی تو آپ مجھے
بلوا لیتے تھے اور مین اسکو لکھ لیتا تھا، ہم جب دنیا کی باتین کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے
ساتھ شریک گفتگو ہوتے تھے، اور جب آخرت کے متعلق کلام کرتے تھے تو آپ بھی ہمارے
ساتھ اسی طرح ہم کلام ہوتے تھے، اور جب ہم کھانے پینے کا ذکر کرتے تھے تو آپ بھی
ہماری طرح اس کا ذکر فرماتے تھے تو کیا مین آپ کی ان تمام باتون کو بطور حدیث کے
بیان کرون؟" اس زمانہ کی جزئی مصلحتین بھی جو تمام امت کے لئے لازمی نہین ہین
وہ بھی اسی دوسری قسم مین شامل ہین، مثلاً فوجون کی آراستگی اور اس کے شعار
کی تعین، حضرت عمرؓ کا یہ قول کہ "اب ہم کو رمل سے کیا کام ہم اس طریقہ سے ایک
قوم پر اپنی قوت و توانائی کا اظہار کرتے تھے لیکن اب خدا نے اس کو ہلاک کر دیا" اسی
دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے، بہت سے احکام بھی اسی دوسری قسم پر محمول ہین، مثلاً
آپ کا یہ ارشاد کہ "جس مسلمان نے کافر کو قتل کیا اوس کا تمام سامان جنگ اوسی کے لئے
ہے" آپکے مخصوص فیصلے بھی اسی دوسری قسم مین شامل ہین، کیونکہ آپ ان مین
صرف گواہون اور قسمون پر اعتماد کرتے تھے"

ان تصریحات کے پیش نظر ہو جانے کے بعد خواجہ صاحب کے ان فقرون کا کہ

"اجتہادات خواہ کسی رسول یا نبی یا امام کے ہون محض وقتی ہوتے ہین اور اگر صحیح ہون
تو بلا شبہہ حجت شرعی وقتی ہوتے ہین اجتہادات مین غلطی کا احتمال ہے اور رسول کریم کے
اجتہادات بھی معرض الخطاء تھے"

کیا مطلب ہے؟ اگر وہ اس سے وہ اجتہادات مراد لیتے ہین جو علوم نبویہ کی دوسری قسم سے
تعلق رکھتے ہین تو یہ بے شبہہ صحیح ہے، لیکن ان کے مضمون کا عنوان "شریعت اسلام اور رجم"

ہے اور یہ ظاہر ہے کہ رجم کا تعلق حدود و قصاص سے ہے، جو ایک منضبط چیز ہے، اور منصب
تبلیغ رسالت سے تعلق رکھتی ہے، اس لئے آپ نے جو حدود مقرر فرما دیئے ہین وہ اگر منسوب
الی الوحی ہین تو ان مین غلطی اور وقتی پابندی کا کسی طرح احتمال ہی نہین ہو سکتا، لیکن
اگر ان کی تعین و تحدید اجتہاداً ہوئی ہے تو اس مین بھی جیسا کہ شاہ صاحب کی عبارت سے معلوم
ہوا ہو گا کسی قسم کی غلطی و تعین وقت کا احتمال نہین ہے البتہ علوم نبویہ کی دوسری قسم مین
اس قسم کی بعض چیزین نکل سکتی ہین، لیکن افسوس ہے کہ رجم کا مسئلہ اس قسم سے تعلق نہین رکھتا
احادیث نبویہ پر رائے زنی کرنے کی بعد خواجہ صاحب نے قرآن مجید کی طرف توجہ فرمائی
ہے، اور اصولی حیثیت سے یہ بتایا ہے کہ

"قرآن مین ہر ایک لفظ اپنی خاص صورت کے ساتھ ایک ہی معنی مین استعمال
ہوا ہے ایک لفظ کے دو معنی کسی آیت مین ہو ہی نہین سکتے"

اور اس اصول کے مطابق قرآن مجید کی اُن تمام آیتون سے بحث کی ہے جن مین رجم کا
لفظ آیا ہے اور بحیثیت ایک ماہر فن لغت کے اس نتیجے پر پہنچے ہین کہ

"ان آیات سے واضح ہوتا ہے کہ "رجم" کا مفہوم اُن حقوق سے محروم کرنا ہے جن سے
ایک ہی ملت کے لوگ بہرہ ور ہوتے ہین، سنگسار کرنا تو کسی طرح صحیح نہین ہو سکتا ہے"

لیکن ہم اس لغوی تحقیق کو پڑھ کر اس کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہین کہ

زین کاوش مژگان خونریز ش نہ زاہد بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن

لیکن اس مضمون سے ہم کو قادیانیون کے سنگسار کرنے کے مسئلہ پر اظہار خیال کرنا مقصود نہین
ہے بلکہ ہم صرف یہ دکھانا چاہتے ہین کہ جو لوگ احادیث نبویہ کو چھوڑ کر صرف قرآن مجید سے تمسک و استدلال کرتے
ہین، وہ علمی طور پر ان دونون سے محروم ہین، اسلئے ان کا رد و قبول دونون ناقابل اعتبار ہے،

تلخیص و تبصرہ

ترک جنگ عظیم مین کیون شامل ہوئے

اس موضوع پر کہ ترک جنگ عظیم مین شریک ہو کر جرمنی کے حلیف کیون
بنے ، ۱۹۲۱ء مین مشہور و معروف فرانسیسی فلسفی ڈاکٹر گستاولی بان اور ایک محب وطن ترک مین دلچسپ
مراسلت ہوئی تھی جسکی ابتدا اس طرح ہوئی کہ

"ڈاکٹر گستاؤ لیبان نے جنگ کے آخری ایام مین ایک کتاب "گذشتہ اور آنے والا کل"
"مختصر خیالات" کے نام سے شائع کی جسکو ڈاکٹر موصوف کی کتابون کے اس مشتاق محب وطن نے سب سے
پہلے پڑھا اور اثنائے مطالعہ مین اسکی نگاہ اس فقرے پر پڑی

"جب کوئی ضعیف حکومت کسی قوی سلطنت سے اتحاد کریگی تو اس سے دو ہی نتیجے مرتب ہو سکین گے:-

اگر قوی سلطنت اپنے مقاصد مین کامیاب ہو گئی تو متحد ہونے والی کمزور حکومت بھی اسکی محکوم
ہو جائیگی اور اگر وہ ناکام رہی تو لامحالہ اسکی حلیف ، کمزور حکومت کو بھی تباہی و بربادی سے دوچار
ہونا پڑے گا ، چنانچہ ترکی حکومت کو جرمنی کے حلیف بننے کا یہ صلہ ملا کہ بلاد عرب ، ارمینیا ، فلسطین
اور شام جیسے زرخیز مقامات سے ہاتھ دھونے کے ساتھ اُسے شدید مالی مصائب مین مبتلا
ہونا پڑا "

اس سے انکار نہین ہو سکتا کہ ڈاکٹر موصوف جو کچھ فرماتے ہین وہ ایک اصول اجتماعی ہے جو
حوادث یا امتداد زمانہ سے بدل نہین سکتا لیکن ہان ! یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ انھون نے اپنے نظریہ کے

ثبوت مین ترکی حکومت اور جرمنی کے اتفاق و اتحاد کی جو مثال دی ہے اگر اسکے ساتھ وہ اس کے
وجوہ سے بھی بحث کرتے تو یہ زیادہ مناسب ہوتا ، لیکن ڈاکٹر صاحب نے اس مسئلہ پر غور کرنے کی مطلق
تکلیف گوارا نہ کی بلکہ اس کو بالکل ابہام کی حالت مین چھوڑ دیا ، حالانکہ اگر اس کے اسباب پر غور و
فکر کر کے رائے قائم کیجائے تو اس اصول اجتماعی مین بعض قیود کے اضافہ کی ضرورت پڑیگی ،
چنانچہ اس حیثیت سے یہ ترک محب وطن جب اس اصول پر جو اپنے نتائج کے اعتبار سے کمل اور
اسباب و علل کے لحاظ سے ناقص ہے کافی غور و فکر کر چکا تو اپنے جذبات کو قابو مین نہ رکھ سکا
مجبور ہو کر ۸ مارچ ۱۹۲۱ء کو سمرنا سے ایک خط ڈاکٹر موصوف کی خدمت مین ارسال کیا ، جس کا
خلاصہ یہ ہے ،

"سیدی الاستاذ المحترم"

مین سب سے پہلے اس کا اعتراف کرنا چاہتا ہون کہ مین اُن چند لوگون مین ہون جو آپ کے
اجتماعی اور نفسیاتی اصول و نظریات سے بہت زیادہ مستفید و فیضیاب ہوئے ہین اور وہ میرے
لئے مسائل اجتماعی اور انتظامات ملکی مین بہت زیادہ معین ہوئے ہین اور جب کبھی کسی علمی مضمون
پر قلم اُٹھاتا ہون تو آپ کے نظریات سے برابر استمداد کرتا ہون ، اس لئے آج اپنے وطن عزیز کے
ایک فرزند ہونے کی حیثیت سے آپ کے سامنے مسئلہ ترکی کے متعلق بعض (پوائنٹ) کی تشریح
و توضیح کرنے کی جرأت کرتا ہون ، اور اس معاملے مین آپکی حق پرستی اور ضمیر کی آزادی میری دلیل
راہ ہے ، آپکی کتاب "گذشتہ اور آنے والی کل" یہ "خیالات مختصرہ" مین وہ اصول جو اوپر بیان کیا
جا چکا ہے اور اس جگہ اُس کے اعادہ کی ضرورت نہین نظر سے گذرا آپ جو کچھ فرماتے ہین وہ ایک واضح
حقیقت ہے جس پر کوئی اعتراض وارد نہین ہو سکتا ، لیکن مجھے اس موقع پر بعض ایسے پوائنٹ
نظر آتے ہین جو لائق بحث و تنقید مین :-

یہ تو معلوم ہے کہ ترکون کا جرمنی کے ساتھ جو اتحاد ہوا اس مین نہ تو نسلی تعلقات کو دخل تھا
اور نہ یہ کسی خلقی اور طبعی مناسبت کا نتیجہ تھا جیسا کہ جرمنی اور آسٹریا کے درمیان یہ دونون باتین
تھین، بلکہ اس سے صرف ایک غرض وغایت کو مستحکم کرنا تھا اور وہ غایت یہ تھی کہ زندگی کی حفاظت
ہو سکے اور مصیبت کے وقت اپنی ہستی کو قائم رکھا جا سکے،

جناب عالی! آپ اس حقیقت سے انکار نہین فرما سکتے کہ جس طرح جرمنی آپکا قدیم دشمن ہے
اسی طرح روس بھی ہمسے قدیم دشمنی رکھتا ہے، یہ وہی روس ہے جس نے ہماری عالمگیر سلطنت
کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، اور اُس کو جب جب موقع ملا اُس نے دولِ یورپ کے باہمی اختلافات
کے ذریعہ سے سلطنت ترکی کے تباہ و برباد کرنے مین کوئی دقیقہ اُٹھا نہین رکھا،

بیشک جب ہم ترکون نے یورپ کی دولِ عظمیٰ کے درمیان جنگ کے شعلے بھڑکتے ہوئے
دیکھے، اور ہم کو صاف نظر آیا کہ اس آگ کو صرف روس بھڑکا رہا ہے تو ہمارے سامنے صرف تین
صورتین تھین جن مین سے کسی نہ کسی کو اختیار کرنا ہمارے لئے لازم تھا یعنی

۱- مکمل غیر جانبداری،

۲- اتحاد ثلاثہ کے ساتھ اشتراک و اتفاق،

۳- جرمنی اور اس کے حلیفون کی مشارکت،

مکمل غیر جانبداری اگرچہ نظری حیثیت سے بہت زیادہ منفعت بخش اور خطرات و مضائب سے محفوظ چیز ہے لیکن عملی حیثیت سے وہ ایک تباہ کن
چیز تھی، مین اس کی تائید مین چھوٹی چھوٹی بلقانی ریاستون کو پیش کرونگا جو اگرچہ مکمل غیر جانبداری
کا ارادہ رکھتی تھین لیکن ان کو اپنی خواہشون کے خلاف شریک جنگ ہونا پڑا، دول متحدہ کے ساتھ
دینے مین بے شبہہ جو خطرے محسوس کئے جاتے تھے اور جن نقصانات کے احتمالات تھے
وہ بہت کم ہوتے لیکن یہ اُسی وقت ہو سکتا تھا جب روس اس مین شامل نہ ہوتا، لیکن ہمین

ے بھی فراموش نہ کرنا چاہئے، کہ فرانس شام مین کن کن حقوق کا طلبگار تھا، اور انگلستان جسے عراق
و الجزیرۃ العرب اور ہمارے ملک کے دوسرے ٹکڑون کے علیحدہ کرنے کے لیے کس طرح موقع کا
منتظر بیٹھا تھا، اور دول متحالفہ سے ہمارا اتحاد کیونکر ممکن تھا جبکہ ہمین یقینی طور پر معلوم تھا کہ روس نہایت
بیرحمی کے ساتھ ہم کو نگل جانا چاہتا ہے، اور ہم کو اسکا بھی علم تھا کہ دول متحدہ نے اس کی خدمت
مین استانہ اور معابر جیسے قیمتی تحفے پیش کئے ہین، . . . . . اس لئے اس خطرۂ عظیم سے نجات پانے کی
اس کے سوا اور کوئی صورت نہ تھی کہ ہم جرمنی اور اس کے حلیفون کی صف مین کھڑے ہو جائین،

استاذِ محترم! کیا ان حالات مین دول متحدہ کے ساتھ ہمارا ملحق ہونا غیر ممکنات مین نہ تھا!
اور کیا ایسے خطرۂ عظیم مین گھر جانے سے اپنے آپ بچانا ہمارے فرائض مین داخل نہ تھا!

پس اس حالت مین ہمارے سامنے ان تینون احتمالات مین سے سوائے اس کے اور
کوئی صورت باقی نہ تھی کہ ہم بھی جرمنی کے حلیف بنجائین، اس لئے اس وقت کی حکومت کے ارباب
حل وعقد اپنی رائے قائم کرنے مین کامیاب اور اپنے فیصلہ مین بالکل حق بجانب ہین، اور جو نتائج
آیندہ پیش آنے والے تھے وہ اُن کو معلوم تھے، لیکن اس وقت وہ دو برائیون مین سے سب سے چھوٹی
اور کم ضرر رسان برائی کے اختیار کرنے پر مجبور تھے اور یہ وہ برائی تھی جسکا اثر بہ نسبت سیاسیات کے
اقتصادیات پر زیادہ پڑا تھا، پس حقیقت یہ ہے کہ اس وقت ہماری موت و حیات کا مسئلہ درپیش تھا،
آپکی جو تصنیفات نفسیاتی مباحث پر ہین ان مین مختلف مقامات پر آپنے یہ بحث کی ہے کہ اقوام
کے افکار و تجاویز جس چیز سے آگے بڑھائے جاتے ہین وہ نہ منطق رکنی یا اساسی ہے نہ منطق اعتقادی
و فکری ہے اور نہ منطق شعوری یا میلی ہے بلکہ وہ صرف ضروریات، ماحول اور دیگر حالات کے
محرکات ہین، مثلاً شامی اور مصری اپنے جغرافیائی مواقع کے لحاظ سے طاقتور قومونکے زیر اقتدار آگئے
ہین اور وہ ہمیشہ انکی تہدید و تخویف کی زد مین رہتے ہین، اور یہی وجہ ہے کہ"

جبل اسود اور سوئٹزرلینڈ کے باشندونکا جنکی تعداد دوسری اقوام کی بہ نسبت بہت کم ہے، کوئی
وزن قائم نہین ہے بلکہ وہ ہمیشہ فاتح قومون کے مقابل مین اپنی آزادی کے لئے مدافعت کرتے رہے
ہین ان اسباب اور ملک کے جغرافیائی مواقع نے ہمین یورپ کی حریص قومون کے مظالم کا ہدف
بنا رکھا ہے، اور ہم پر ان یورپین اقوام کا تسلط و اقتدار کوئی نئی بات نہین بلکہ یورپین اقوام کو جب
جب اپنی قوت پر اعتماد حاصل ہوا انھون نے ہمارے ممالک مین مختلف حیثیات سے داخل ہونے
کی کوشش کی وہ قدیم زمانے مین صلیبیت کے نام سے ہمارے معاملات مین مداخلت کرتی تھین،
اور اب مسئلہ مشرقیہ کے حیلہ سے دخل در معقولات دیتی ہین اس بنا پر اگر کوئی ذمہ داری عائد
ہوسکتی ہے تو خود ہماری تقدیر پر ہوسکتی ہے جس نے ہم کو ایسے ملک مین پیدا کیا جو دوسری
قومون کی حرص کا خود محرک ہے، یہ ایک واضح حقیقت ہے، اور اس حیثیت سے ہم تاریخ
بلکہ اس سے زیادہ انسانی ضمیر کے سامنے اپنی معذرت پیش کرسکین گے گو اوسکی کوئی مادی
قیمت نہین ہے"

اس ترکی محب وطن نے جواب کی توقع و انتظار کے بغیر یہ خط ڈاکٹر گستاولی بان کی خدمت
مین بھیجدیا اور اس طرح اُس کے دل کے بخارات نکل گئے، لیکن دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ اسکا
ایک مختصر سا جواب آیا جسکا ترجمہ حسب ذیل ہے:-

۳-۴-۱۹۲۱

جناب من!

جو کچھ آپ نے لکھا ہے وہ میرے نزدیک بالکل صحیح ہے، مین اسے کسی فرانسیسی
اخبار مین شائع کرنے کی کوشش کرون گا،
لیکن مجھے اسکی امید نہین ہے کیونکہ کیتھولک عقائد جو ہم لوگون کو وراثتہً ملے ہین، انھون نے

ہم کو مسلمانون کا شدید دشمن بنا دیا ہے، مین پہلے ایک ضخیم کتاب "تمدن عرب" کے نام سے
لکھ چکا ہون تاکہ مین یہ بتا سکون کہ عربون ہی نے یورپ کو متمدن بنایا،

اسے قبول کیجئے، ڈاکٹر گستاولی بان

۲۸- فیئنن روڈ پیرس،

(الہلال بابتہ مارچ سنہ ۱۹۲۱ء)

گاندھی اور فورڈ،

(اجتماع ضدین)

دنیا کی کسی چیز مین اس قدر تضاد اور اختلاف نہین ہے جس قدر مہاتما گاندھی اور مسٹر
فورڈ مین ہے گاندھی ایک مشرقی خیال کا آدمی ہے جو یورپ کے تمدن اور اسکے مصنوعات و
مخترعات وغیرہ کو قابل نفرت سمجھتا ہے، اور لوگون کو ان کے ترک کرنیکی تعلیم دیتا ہے اس کے
نزدیک ریل، ٹرام، موٹر سب بیکار ہین کیونکہ اس کے عقیدے مین تیزی رفتار، بڑے بڑے
مصنوعی شہر اور تمدنی عیاشانہ زندگی سے انسان کو کوئی فائدہ نہین پہنچا گاندھی خود معمولی سے کچے
گھر مین سادہ کسانون کی طرح زندگی بسر کرتا ہے اوسکی بیوی خود اپنے ہاتھ سے آٹا پیسکر روٹی
پکاتی ہے وہ دن مین صرف دو مرتبہ سادہ سے سادہ کھانا کھاتا ہے اور ہاتھ کی بنی ہوئی
ہندوانہ دھوتی باندھتا ہے ابتدا مین وہ جنوبی افریقہ کا ایک مشہور اور کامیاب بیرسٹر تھا اور
ہزارون روپیہ کماتا تھا اگرچہ اسکی تعلیم و تربیت لندن مین ہوئی لیکن باینہمہ وہ ہندوستانی تمدن
کو یورپین تمدن سے افضل سمجھتا ہے وہ آجکل ہندوستان مین معمولی کسانون کی سی زندگی بسر
کرتا ہے اور اپنے ابنائے وطن کو شہری زندگی سے الگ ہو کر دیہاتی زندگی بسر کرنے اور
ہندوستان کی قدیم صنعت پارچہ بافی کے سیکھنے کی ترغیب دیتا ہے، وہ کہتا ہے کہ آج

ہندوستانی صرف اس وجہ سے مفلوک الحال ہین کہ وہ روئی کی کاشت توکرتے ہین، اگر اسکو خام حالت مین براہ راست لندن بھیج دیتے ہین جہان سے وہ کچھ دن مین ... ہم میل کا چکر لگاکر عمدہ عمدہ کپڑون کی صورت مین لوٹ آتی ہے اور اب انھون نے جس چیز کو سستے دامون بیچا تھا اوسی کو مہنگے دامون خریدتے ہین اس بنا پر اس کا اعتقاد یہ ہے کہ ہندوستان کی بہتری صرف اس مین ہے کہ لوگ دیسی آلات (چرخہ و کرگہ) کے ذریعہ سے سوت کاتنا اور کپڑا بننا سیکھین دوسرے الفاظ مین وہ گاؤن کو زراعت گاہ اور صنعت گاہ دونون بنانا چاہتا ہے کیونکہ سال کے بعض مہینون مین زراعت کا کام کم ہوجاتا ہے اسلئے اس فرصت کے وقت مین ایک کاشتکار کپڑا بن سکتا ہے،

یہ مہاتما گاندھی کی اسکیم رہے اور اب یہ دیکھنا ہے کہ فورڈ کا مسلک کیا ہے؟ یہ عام طور پر معلوم ہے کہ وہ روزانہ ہزارون موٹرین بناتا ہے، پھر گاندھی جی کے برعکس تیزی رفتار کو مفید سمجھتا ہے اور چاہتا ہے کہ کاشتکاری کا کام گھوڑون اور بیلون کے بجائے زراعتی موٹرون کے ذریعہ سے انجام پانے لگے لیکن مشرقی گاندھی اور مغربی فورڈ کے درمیان اس اختلاف کے ساتھ ایک نقطۂ اتصال بھی ہے، کیونکہ فورڈ بھی شہری باشندون کو دیہات ہی کی طرف واپس لانا چاہتا ہے اس کا خیال ہے کہ شہرون کا ڈھانچہ بہت بڑا ہوگیا ہے اور اُن کا انتظام اب بوجھ معلوم ہونے لگا ہے اس لئے لوگون کو شہرون سے الگ ہو کر دیہات کی طرف واپس آنا چاہئے البتہ اس کے نزدیک دیہاتی کام چونکہ دقت سے انجام پاتے ہین اس لئے زراعتی کام بھی آلات سے چلنے چاہئین اور دیہات کو ایک ہی ساتھ زراعت گاہ اور صنعت گاہ دونون بن جانا چاہئے گاندھی کی طرح فورڈ کے نزدیک بھی بعض اوقات صنعت سے زیادہ زراعت کے لئے موزون ہوتے ہین، اسی طریقہ سے بعض ایام کو زراعت سے زیادہ صنعت و حرفت کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے اس لئے

جب دیہاتون مین بھی زراعتی اور صنعتی آلات پھیل جائین گے تو بڑے بڑے شہرون کے آباد ...نے کی ضرورت واقع نہ ہوگی اور لوگ دیہات مین آباد ہو کر ایک ہی ساتھ کاشتکار بھی ہوجائینگے اور کاریگر بھی، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ گاندھی اور فورڈ دونون بڑے بڑے شہرون کو ناپسند ...تے ہین اور زراعت اور صنعت دونون کو دیہات مین ایک جمع کرنا چاہتے ہین، البتہ دونون مین صرف اس قدر فرق ہے کہ ایک سادہ ہندوستانی آلات سے کام لینا چاہتا ہے اور دوسرا بڑے بڑے مصنوعی آلات سے،

(الہلال بابتہ مارچ سنہ ۱۹۲۵ء)

سیر الصحابیات

جس مین نہایت مستند حوالون سے ازواج مطہراتؓ، بنات طاہراتؓ اور عام صحابیاتؓ کے سوانح اور ان کے اخلاقی و مذہبی علمی کارنامے درج ہین، لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ ضخامت ۲۲۵، قیمت عہ

"مینجر"

اخبار علمیہ

متمدن دنیا حفظان صحت کے لئے مختلف اصول و قوانین اور متعدد کارخانون کے تنظیم
مین منہمک ہے، اس وقت دودھ، گوشت اور ادویات وغیرہ بنانے کے جو کارخانے ہین
ان کو اپنا مال تیار کرانے اور بازارون مین بھیجنے سے پہلے ان کا طبی معائنہ کرانا ہوتا ہے اور یہ
ثابت کرنا پڑتا ہے کہ اس مین کوئی جزو ایسا نہین ہے جو مضر صحت ہو، اب اسی اصول کو امریکہ
مین توسیع دیگئی ہے و کپڑے کی دوکان کو بھی طبی معائنہ کے دائرہ مین لے لیا گیا ہے، ہر کارخانہ
والے کو یہ ثابت کرنا پڑتا ہے کہ وہ کپڑون کے صاف کرنے مین جو دوائین استعمال کرتا ہے وہ
ایسی نہین ہین جن سے کپڑا خراب ہو یا جنکا اثر انسان کی بیرونی جلد پر پڑے، چنانچہ اس وقت
امریکہ مین اس قسم کے متعدد مصدقہ کارخانے قایم ہین،

زیادہ زمانہ نہین گذرا کہ بحر چین مین ایک جزیرہ نمایان ہوا تھا، ماہرین بحریات نے اول
اول اس کو اپنے اپنے نقشون مین جگہ دی، لیکن اب تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ اس قسم کے
جزائر در اصل سمندر کی طبعی کیفیت کے نتائج ہین اور چند دنون مین ظاہر اور چند دنون مین معدوم
ہو سکتے ہین، اس لئے اب انھون نے نہ صرف اس جزیرہ کو بلکہ متعدد جزائر عالم کو اپنے نقشون
سے خارج کر دیا ہے گویا دنیا مین ان کا کوئی وجود ہی نہین،

علم کیمیا کا تمام تر دارمدار آخر مین جا کر ذرہ (ATOM) پر ہے اور اس کو وہ غیر منقسم

تحریر کو لکھتا، لوگون کے سوالات کو قلم بند کرتا اور ٹیلیفون پر کے سوالات کا جواب دیتا ہے، نیویارک
کے علمی رسالہ پاپلر سائنس منتھلی مین مسٹر ٹی، اسٹیونس نے اسی کے متعلق ایک مبسوط مضمون حوالہ
قلم کیا ہے،

مسٹر جیمس سانٹ نے ایک عالمانہ مضمون مین لکھا ہے کہ لکنت ایک قسم کی بیماری ہے،
جس لڑکے کو لکنت ہو وہ بیمار ہے، اس لئے نہ اس کو سزا دینی چاہئے، اور نہ اس کا مضحکہ اڑانا چاہئے،
بلکہ نہایت ہی مستعدی، استقلال اور رحمدلی سے اس کا علاج ضروری ہے، ان کا بیان ہو کہ
بچہ عموماً جو تھے دن سے آواز کو سنتا اور انکو دہرانے کی کوشش شروع کرتا ہے، ایک مہینہ کے
بعد وہ آواز پہچانتا ہے اور تیسرے ماہ کے اختتام پر الفاظ کے نقل کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے،
پہلا لفظ جو وہ بولتا ہے وہ عموماً امان یا ابا کا ہوتا ہے جو اسکی مان اسے کہتی ہے، چنانچہ امریکہ مین
اسی نظریہ کی بنا پر ان کا ایک اسپتال بھی ہے اور بہت کامیاب نتائج پیش کر رہا ہے،

لیورپول یونیورسٹی کے پروفیسر دی، سی، بیلی نے کیمیائی ترکیب سے نقلی شکر
بنانے مین کامیابی حاصل کر لی ہو، علمی رسائل مین اس کے متعلق گذشتہ دو ماہ سے متعدد
مضامین نکل رہے ہین، اگرچہ اس وقت یہ زیر تجربہ ہی ہے اور اسکی تیاری مین موجودہ شکر
سے زیادہ لاگت آتی ہے، لیکن لوگون کا خیال ہے کہ اگر اس چیز نے مقبولیت حاصل کر لی
تو کم خرچ پر بھی اس کی تیاری کی ترکیب نکل آے گی، اس ایجاد نے تجارتی حلقون مین بھی
نہایت دلچسپی پیدا کر دی ہے، اور خیال کیا جاتا ہو کہ اسی طرح دوسری چیزین بھی تیار کیجا سکینگی،

(ڈیلی میل)

انسان کے اکثر امراض جراثیم کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین، ان کا علاج یہ سمجھا جاتا ہے کہ کوئی ایسی چیز مریض کے بدن مین داخل کر دی جائے جو ان جراثیم کو ہلاک کر دے، لیکن اس کے سب سے بڑی شرط یہ ہے کہ وہ دوا ایسی نہ ہو جس سے جراثیم تو مر جائین لیکن اس کے ساتھ ہی مریض کا بھی خاتمہ ہو جائے، چنانچہ بعض امراض کی ایسی دوائین ایجاد بھی ہو چکی ہین مگر سل دق کے امراض کے لئے اس وقت تک کوئی چیز ایسی نہین پائی گئی، اب ڈنمارک کے ایک طبی رسالہ نے اطلاع دی ہے کہ غیر متوقع طور پر ایک ایسی دوائی ایجاد ہو گئی ہے جس سے ان مہلک امراض کے جراثیم مریض کو خطرہ پہنچائے بغیر مارے جا سکتے ہین اس دوا کا نام سنوکریسن ز

ہے اور اس کا غالب جزء سونا ہے، اس کا جانورون پر جو تجربہ ہوا ہے اس نے اس دوا کے متعلق خاص دلچسپی پیدا کر دی ہے،

اس وقت تک ٹیلیفون کے متعلق متعدد جدید اصلاحات اور ترقیان ہو چکی ہین، مگر ایک بہت بڑی کمی پھر بھی محسوس کیجا رہی تھی، اور وہ یہ تھی کہ اگر مکان مین کوئی نہ ہو تو ٹیلیفون پہ جواب کون دے اور جو کچھ کہا جانے والا ہے، اس کو کون سنے؟ لیلے یونیورسٹی کے ایک استاد نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا ہے کہ جسے گھر سے باہر جاتے وقت ٹیلیفون سے لگا دیا جاتا ہے اور اگر مالک کی عدم موجودگی مین کوئی شخص کچھ کہنا چاہے تو وہ آلہ جس مین پہلے سے آواز بند کر دی جاتی ہے، جواب دیتا ہے کہ مالک موجود نہین، آپ کو جو کچھ کہنا ہو فرمایئے، بولنے والا اپنا پیغام کہدیتا ہے مالک لوٹتا ہے تو وہی آلہ اسے پورا پیغام لفظ بلفظ سنا دیتا ہے،

اسی سلسلہ مین یہ معلوم کرنا بھی دلچسپ ہوگا کہ ایک ایسا آلہ ایجاد ہوا ہے جو بیک وقت

جاتے ہین، لیکن اب بعض ماہرین کیمیا نے اس کے تجزیہ و تقسیم کی بھی کوشش شروع کر دی ہے، اس حیثیت سے سب سے زیادہ جس شخص نے کامیابی حاصل کی ہے وہ شیفیلڈ یونیورسٹی کے ڈاکٹر ٹی، ایف، وال ہین، انھون نے اس کے لئے ایک خاص آلہ بھی ایجاد کیا ہے، اور ان کو امید ہے کہ وہ اس کے ذریعہ اس مین کامیاب ہونگے،

لفٹنٹ کارے مکڈارمنٹ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے محکمۂ حربیہ کے افسر ہین، انھون نے حال ہی مین وہان کے رسالہ آئرن ایج مین ایک مضمون ہوائی جہازون کی تعمیر سے متعلق لکھا ہے اس مین وہ لکھتے ہین کہ ہوائی جہاز بعض حیثیات سے پل کی طرح بنایا جاتا ہے، اور جس طرح اب لکڑی کا پل ایک قصۂ ماضی ہو گیا ہے، اسی طرح لکڑی کا ہوائی جہاز بھی اپنا چولہ بدلنے والا ہے، وہ زمانہ قریب ہے کہ اب تمام ہوائی جہاز خالص لوہے کے ہوا کرینگے، اس کے موجد اگر موجود ہوتے وہ اس خیال پر ہنستے کیونکہ ان کے لئے یہ اصول تھا کہ وہ ہوائی جہاز مین ہلکی سے ہلکی لکڑی وغیرہ استعمال کرین، لیکن یہ تبدیلی انجینرنگ کی معراج ہے،

اگرچہ جرمنی نے امریکہ کی طرح قانوناً شراب کو ممنوع قرار دے کر بادہ خوارون کے شوق کو تیز تر اور اس کے حصول کے ذرایع کو خطرناک نہین بنا دیا ہے، لیکن اس نے دوسری طرح سے اس لعنت سے نجات حاصل کرنے کی کوشش شروع کر دی ہے، وہان اب ایک قسم کی مصنوعی شراب تیار کیجاتی ہے، جو رنگ، بو، اور ذائقہ مین بالکل اصلی شراب ہوتی ہے، اور پینے والے پر اسی وقت اس کا راز منکشف ہوتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اس کا نتیجہ کچھ مرتب نہین ہوا،

باب التقریظ والانتقاد

معارف و زمیندار مین معارضۂ عروض،

از

سید معشوق حسین صاحب اطہر ہاپوڑی وکیل جے پور،

اگرچہ یہ بحث اب پرانی ہوگئی ہے، تاہم یہ مضمون چونکہ نہایت پراز معلومات ہے، اسلئے ہم اس کا شائع کرنا مناسب خیال کرتے ہین،

۲۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء کے زمیندار مین ایک مضمون جناب شیرانی صاحب پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور کا سید سلیمان صاحب ندوی کی تردید اور اڈیٹر زمیندار کی تائید مین شائع ہوا ہے، اس مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظ فضل حق عظیم آبادی کی کوئی غزل رسالہ معارف مین شائع ہوئی تھی جسکا مقطع یہ ہے ؎

یہ ترانہائے اقبال کہ زبان بوصف ادلال　　غزلے سرود الحال آزاد نغمہ سازے

اس شعر پر اڈیٹر زمیندار کے دو اعتراض ہین (۱) اقبال، لال، ادالحال کے لام وزن سے باہر ہین، (پروفیسر صاحب کے الفاظ مین اڈیٹر زمیندار کے الفاظ میرے سامنے نہین ہین) (۲) آزاد بجائے فعلات مفعول ہوگیا ہے،

سید سلیمان صاحب ندوی اڈیٹر معارف نے دونون اعتراض اساتذہ مسلم کے اسناد سے غلط ٹھہرائے ہین، پروفیسر صاحب اساتذہ کے اسناد کو مفید مدعا نہین مانتے اور محض عروضی نقطہ

نظر سے اعتراضات کو صحیح خیال فرماتے ہین، میرے نزدیک زمیندار کے اعتراض اور پروفیسر صاحب کی تائید دونون غلط ہین اور مسلمات اساتذہ سے قطع نظر کرنے پر مبنی ہین،

فاضل پروفیسر فرماتے ہین کہ مناسب تو یہ تھا کہ مدیر معارف ہم کو اس شعر کے زحافات بتا دیتے جس سے اس کے عروضی پہلو کے سمجھنے مین سہولت ہوتی، اس سے پہلے مین شعر مرقومہ بالا کے زحافات عرض کرنا مناسب سمجھتا ہون کہ عروضین و شعرا مین جو باہم اختلاف ہے، اسکو لکھون اور نیز عروض و شعر کے متعلق یہ بھی بتا دون کہ شعر مقدم ہے اور عروض موخر ہے، عروض کی بنا شعر پر ہے نہ شعر کی بنا عروض پر، عروض شعر سے مستفاد ہے نہ شعر عروض سے، عروض فارسی عروض عربی سے مستنبط ہے اسلئے ہمین پہلے عروض عربی کے متعلق دیکھنا چاہئے کہ شعرائے عرب کب سے اور کہان تک عروض کے زیر اثر ہین، یہ مسلم ہے کہ موجد عروض خلیل بن احمد بصری سنہ۱۰۰ھ مین پیدا ہوا اور سنہ۱۷۰ھ مین فوت ہوا، عروض اسی درمیان مین کسی وقت ایجاد ہوا، شعرائے جاہلیت سے لیکر شعرائے مخضرم تک کسی عروض کے پابند نہین تھے بلکہ شعرائے محدثین بھی تقریباً سنہ۱۵۰ء تک قیود عروض سے آزاد تھے اور انکی سلامت طبع اوزان شعر کی ضامن تھی، خلیل نے انھین شعرار کی کلام سے استقرار کرکے اوزان قائم کئے،

فارسی مین عروض کی پہلی کتاب محقق طوسی کی معیار الاشعار ہے، محقق مرحوم ۵۹۷ھ مین پیدا ہوئے اور سنہ ۶۷۲ھ مین فوت ہوئے، عربی دان شعرار تو اون اوزان مین جو عربی فارسی مین مشترک ہین عربی عروض کی پابندی کر سکتے تھے، لیکن خالص فارسی اوزان مین انکے لئے بھی سوائے سلامت طبع اور کوئی رہنما نہ تھا، رودکی، دقیقی، عنصری، فرخی، فردوسی، اسدی، حکیم سنائی، عمر خیام، انوری، خاقانی، نظامی، عطار، کمال، اسمٰعیل وغیرہ، اوزان فارسی مین کسی عروض کے پابند نہ تھے، اور صرف سلامت طبع یا اصول موسیقی سے کام لیتے تھے،

عروض عربی سے عروض فارسی بہت مختلف ہے، بحور بھی جدا ہین زحافات بھی علیحدہ ہین اوزان

بھی مختلف ہین، مثال کے لئے بحر متقارب ہی کو لے لیجئے، عربی مین صرف ۳ اوزان ہین اور فارسی ...
انکی تعداد ۰۰ تک پہنچ گئی ہے، خاص فارسی اوزان مین عربی عروض سے کچھ مدد نہین ملتی، فارسی ...
کی محقق طوسی نے تدوین کی، جس قدر اوزان انکو ملے اُنھین ضبط تحریر مین لائے، انکی مناسب حال
زحافات کے نام تجویز کئے ممکن ہے کہ محقق کو بہت سے اوزان نہ ملے ہون اور بہت سے زحاف ...
کسی نام سے موسوم نہ کئے گئے ہون، مثلاً تذئیل و تسبیغ عروض و ضرب (آخر مصرعین) سے مختص ہین
پہلا وتد مجموع کے لئے ہے دوسرا سبب خفیف کے لئے، لیکن ہم دیکھتے ہین کہ اساتذۂ فارس عروض ...
و ضرب کے سوا حشو (رکن درمیانی) مین بھی ایک حرف ساکن بڑھا دیتے ہین اس کے لئے ...
عروض مین کوئی خاص نام نہین ہے، مثلاً مرزا غالب دہلوی سے

ہرچہ فلک نخواست است ہیچ کس از فلک نخواست   ظرف فقیہ سے نخبت بادہ ما گزک نخواست

رکن دوم و ششم بجائے مفاعلن مفاعلات ہے اسکو اذالہ تو یون نہین کہہ سکتے کہ جب ...
واد عروضین اذالہ وتد مجموع اور عروض ضرب سے مخصوص ہے، اصطلاح طور پر اساتذہ نے اس کو جائز
رکھا ہے، اور عامۃ الورود ہے، اس لئے غلط بھی نہین ہو سکتے، پس اس کو زحاف غیر ملقب ...
جائے گا، چنانچہ خود محقق نے لکھا ہے،

تعین القاب انچہ خاص باشد بپارسی بر وجہ متفق علیہ متعذر ست پس اولی آنکہ این معنی
را تعرض نرسانیم و برابر و تغیر اتے کہ خاص باشد بعروض فارسی اقتصار کنیم تا از الحاق آن بانچہ تقدیم
یافت نامے انچہ در عروض بآن احتیاج افتد حاصل آید، و القاب انچہ از تغیرات مفرد باشد و عبارات
ازان مفرد بود و آن را لقبے بانہ رسیدہ است لقبے نہیم از مرکبات ہرچہ آنرا لقبے یافتہ باشیم
ذکر کنیم و از باقی بحسب ترکیب عبارت بیان کنیم تا القاب بسیار نشود،

یہی ایک مسئلہ نہین ہے جس مین عروضین اور شعراء مختلف ہین بلکہ اور بھی بہت ایسے مسئلے

... جن مین شعراء عروضیون سے اختلاف رکھتے ہین، جیسے تسبیغ و اذالہ حشو مین، تسبیغ وزن سالم مین،
... ردف، تکرار قافیہ بکرر بعینہ، الطائے جلی وخفی اختلاف توجیہ مگر یہی نہین کہ اساتذہ سے اور عروضیون
... اختلاف ہے بلکہ اساتذہ نحویئن و لغوئین سے بھی مختلف ہین، لغت کے تحت مین وہ سب تصرفات
... جن مین خلاف لغت کسی لفظ کو صحیح مان لیا ہے اور نحو کے تحت مین وہ تمام تصرفات ہین جن مین
... نحو فعل جائز رکھا ہے اگر مین ان تمام مسائل کو مفصل مع اسناد لکھون تو مثنوی ہفتاد من کاغذ
... اس لئے مین اب اصل مسئلہ کی طرف رجوع کرتا ہون،

اس تمہید کے بعد اگرچہ مسئلہ مختلف فیہ کے متعلق اساتذہ کے اشعار اسناد مین لکھدینا کافی
... لیکن فاضل پروفیسر دریافت زحافات کا مطالبہ کرتے ہین لہذا مجھے پہلے زحافات بتانے ضرور ہین
زحافات کے متعلق عروضیون مین ایسے اختلافات ہین جنکی کوئی حد نہین، تعداد مین جدا اختلاف
... جدا اختلاف محل و قوع مین جدا اختلاف، چنانچہ محقق نے انھین مشکلات کو پیش نظر رکھکر
... ہے،

"اما در فارسی تغیرات القاب چنان نیست از جہت آنکہ در پارسی بسیار وزنہاست
کہ متاخرین بوے استعمال کردہ اند و آن را اصول و فروع بر وجہ دیگر است"

بہرحال غزل آزاد بحر رمل مثمن مین ہے جس مین رکن اول و سوم و پنجم، و ہفتم مشکول علی التوالی
... دوم و چہارم و ششم و ہشتم سالم ہین، مشکول زحاف مرکب ہے خبن اور کف کے باہم جمع ہونے ...
... ہے، خبن رکن کے سبب خفیف کے دوسرے حرف کے گرانے کو کہتے ہین، اگر فاعلاتن
... اول کو گرا دین تو مخبون ہو کر فعلاتن بحرکت عین رہ جائے گا اور یہ رکن مخبون کہلائے گا،
... رکن مین ابت سبب خفیف کے ساتوین حرف کے گرانے کا نام ہے اگر فاعلاتن
... خفیف آخر کا ساتوان حرف (ن) گرا دین تو فاعلات باقی رہے گا، اکثر عروضی کف کو ...

خفیف سے بھی مخصوص کرتے ہین، لیکن علامہ زمخشری کف کو وتد مین بھی جائز سمجھتے ہین اور مستفعلن کے نون کے گرانے کا نام کف قرار دیتے ہین،

جب فاعلاتن مین خبن اور کف دونون معاً عمل کرتے ہین تو فاعلاتن مخبون و مکفوف ہو کر فعلات بحرکت عین رہ جاتا ہے اور اس کو مشکول کہتے ہین اس طرح آزاد کی غزل بحر رمل مثمن مزاحف الارکان ایک رکن مشکول اور ایک رکن سالم مین ہے، جسکا وزن فعلات فاعلاتن چار بار ہے یہ وزن بھی مخصوص شعرائے پارس کی ایجاد ہے، محقق نے بحر رمل کے بیان مین خاتمہ پر اس وزن کا اس طرح ذکر کیا ہے

"متاخرین را وزنے خوش است کہ بر رمل تقطیع توان کرد چون یک رکن مشکول بیگزند و یکے سالم تا بیتے از فعلات فاعلاتن چار بار بود مثالش این است، **بیت**

بچمن برآئے روزے سپہ بہار شکن سر غمزۂ بجنبان صف روز گار شکن"

مین تمہید مین لکھ چکا ہون کہ شعر مقدم ہے عروض مؤخر ہے، اسی طرح یہ وزن بھی عروض سے مقدم ہے، محقق شعرا نے متاخرین کے کلام مین اس وزن کو پایا، اور اس کو بحر رمل سے تقطیع کیا، اس طرح سب سے پہلے محقق نے اس کا وزن عروضی قائم کیا ہے، یہ ہین اس شعر کے زحافات اس کے بعد فاضل پروفیسر نے ایک خارج از آہنگ تقریر فرمائی ہے دہو ہذا،

"جہان تک مجھ کو معلوم ہے عروضی اپنے قواعد و ضوابط کی پابندی مین بیحد مستعد ہین اور ایسی آزادی کے جو شعر بالا مین نہین دیکھی جاتی ہے کبھی روادار نہین ہوتے، مدیر معارف تو اکھٹے تین تین زائد از وزن لامون کے جواز کا فتویٰ دیتے ہین اور ادھر یہ کیفیت ہے کہ اہل عروض شعر مین ایک زائد حرف پر بھی ناک بھون چڑھانے لگتے ہین اور وہ ہندوستانی ہون یا ایرانی ہون، کسی کو معاف نہین کرتے حتیٰ کہ عزت شیرازی کے شعر ذیل پر اس لئے معترض ہین کہ اس مین عاقل کا (ع) وزن سے خارج ہوجاتا ہے،

مرا پند خردمندان بحال خود نمی آرد یا این افسانہا مجنون عشق عاقل نمی گردد

قواعد العروض صفحہ ۳، قدر بلگرامی مرحوم خوشدل کا اسی قسم کا شعر،

نکاح جب تک نہین ہوتا مرے ساتھ
لگانا ہو مناسب کب تمہین ہاتھ

نقل کرتے وقت جس مین نکاح کی (ح) وزن سے باہر ہے کہتے ہین کہ اگر کوئی ایسے حرف کے سقوط پر اصرار دے جواز اشعار مندرجہ صدر کو صرف کرے تو معتبر نہ ہون گے کیونکہ یہ سب معترض علیہ ہین، ان اشعار پر کیا منحصر ہے کسی کا شعر جو اس سقوط کی مثال مین غیر معتمد ہے، اسی روشنی مین خواجہ حافظ کے تینون مصرع،

(۱) عجب از دفائے جانان کہ تفقدے نفرمود

(۲) زرہم مینگن اے شیخ تو بدانہائے تسبیح،

(۳) سر خدمت تو دارم بخرم بہ ہیچ مفروش

جنکو مدیر معارف اپنی نظریہ مین پیش کرتے ہین صحیح عروضی نقطۂ نظر سے قابل اعتراض ٹھہرتے ہین" (بالفاظہ)

ہم کو تعجب اور سخت تعجب ہے کہ فاضل پروفیسر نے سقوط حروف اور وقوع زحاف کی بحث کو کس طرح مخلوط کر دیا ہے، تقطیع سے سقوط حرف کا ایک جدا مسئلہ ہے اور وقوع زحاف کا علیحدہ معاملہ ہے ان دونون کے باب جدا انکے اصول و ضوابط جدا، بحث جدا، عزت اور خوشدل کے اشعار مین (ع) اور (ح) تقطیع سے ساقط ہین جیسے سید وحید الدین بیخود دہلوی مشہور شاعر زمانہ حال کے مندرجہ ذیل اشعار سے (ع) ساقط ہے، بیخود دہلوی جانشین داغ، ع

دشمن نے پاس رہ کے بگاڑین سب عادتین
خوب آزمائی وضع تری دیکھ لی طرح،

اس شعر مین عادت کا عین بیخود نے حسب عادت گرادیا ہے، ایضاً

انکا خط وصل کا پیغام پر اس پر تاکید
دم نہ دیتا ہو مجھے نامہ بر عیار نہ ہو

اس شعر مین بھی عیار کا عین ناآشنائے فن بیخود نے ساقط کر دیا ہے گفتار بیخود صنعۂ وہ الشاہنامہ اردو مین ہے سے

پدر سے پسر اور پسر سے پدر
نہ آگاہ ہو زینہار ہمہ گر

اس شعر مین ہمہ گر کی (ہ) تقطیع سے ساقط ہے، اردو شاہنامہ کے مصنف اور وحید الدین بیخود ہی پر کیا موقوف ہے جو لوگ ماہر فن نہین ہوتے یا کم سے کم ضروریات فن سے ناواقف ہوتے ہین ایسی ہی ٹھوکرین کھاتے ہین،

ہم عزت کے شعر کے متعلق ایک خاص نکتۂ عروض فاضل پروفیسر کے خدمت مین عرض کرتے ہین اور ہم کو یقین ہے کہ اس نکتہ سے سرسری طور پر کتب عروض کی ورق گردانی کرنے والے کبھی آگاہ نہین ہو سکتے، وہ یہ کہ عاقل کا عین درمیان رکن ساقط ہوا ہے، اس طرح کہ (تقطیع) باین انسا مفاعیلن تہا مجنو مفاعیلن ن عشقا قل مفاعیلن نمی گردد مفاعیلن،

اسی طرح خوشدل کے شعر مین بھی، نکاح کی (ح) درمیان رکن ساقط ہوئی ہے، تقطیع نکا جتبک مفاعیلن تھی ہوتا مفاعیلن مرے سات مفاعیل بخلاف اس کے آزاد کے شعر مین آخر رکن فاعلاتن مین لام بڑھکر فاعلیان ہو گیا ہے، جس سے تسبیغ و اذالہ کا سوال پیدا ہوتا ہے اور عزت و خوشدل کے شعر مین (ع) و (ہ) درمیان رکن ساقط ہوئے ہین اس لئے تسبیغ و اذالہ کا سوال پیدا ہوتا ہے اس لئے یہ دونون مفید مدعا نہین ہو سکتے ہین سمجھ مین نہین آتا کہ فاضل پروفیسر کیا سمجھے،

باشندہ قدر گرامی نے بھی قواعد العروض صفحہ ۳۳ قاعدہ سیزدہم بحث حروف مکتوبہ و غیر ملفوظہ مین ہین اور لکھا ہے کہ لوگ الف وصل کے دھوکہ مین (ع) اور (ہ) کو گرادیتے ہین، مجھے یقین نہین فاضل پروفیسر بجائے خود اس فرق کو نہ سمجھتے ہون لیکن مین نہین سمجھ سکا کہ وہ کیا بات ہے، جس نے فرق کو محسوس نہین کرنے دیا،

اسی طرح فاضل پروفیسر کا یہ خیال بھی صحیح نہین ہے کہ مدیر معارف تو اکھٹے تین تین زاید لامون کے جواز کا فتوی دیتے ہین آزاد کے شعر مین تین لام زیر بحث ہین یہی نہین صرف اقبال کے لام کے متعلق ہو سکتی ہے جس کے جواز کے متعلق ہم آیندہ بحث کرین گے، الال کا لام تو عروض (آخر مصرع اول) مین واقع ہوا ہے، داخل تسبیغ ہے، الحال کے لام کے بعد آزاد کا الف وصل ہے وہ اس لئے معرض بحث مین نہین آسکتا صرف ایک اقبال کا لام معرض بحث مین ہے،

فاضل پروفیسر فرماتے ہین کہ "(حافظ کے مصرع اول و دوم کو اگر قابل گرفت نہ بھی مانا جائے کیونکہ متاخرین بعض اوقات ضرب و عروض مین دو ساکن لے آیا کرتے ہین تب بھی حافظ کا مصرع دوم معترض علیہ ہے جس مین شیخ کی (خ) کسی طرح جائز نہین ہو سکتی"۔ بقول فاضل پروفیسر اگر یہ صحیح ہے کہ عروض و ضرب مین متاخرین دو ساکن لے آتے ہین تو آزاد کے مصرع اول کے الال کے لام پر اعتراض کیون ہے، سے

الجھا ہے پاؤن یار کا زلف دراز مین
صیاد اپنے دام مین لو آپ آگیا

شاعر کا فرض ہے کہ اساتذہ مسلم کا اتباع کرے آزاد نے اساتذہ مسلم کا اتباع کیا، مدیر معارف نے حافظ کے اشعار اسی وزن کے سند مین پیش کئے، میرے نزدیک تو آزاد کے ساتھ حافظ جیسے مسلم الثبوت کا متفق ہونا کچھ کم بات نہین ہے، اور یہ کہنا کہ حافظ کے اشعار بھی بلحاظ عروض معترض علیہ ہین

کسی طرح جائز نہیں ہے مین مانتا ہون کہ غلطی اساتذہ کے کلام مین ہو سکتی ہے، لیکن وہ شاذ و
اتفاقی ہوتی ہے حافظ نے جس طرح شیخ کی (رخ) کو یہان بقول فاضل پروفیسر زائد از وزن استعمال
کیا ہے اور جگہ بھی اسی طرح حافظ نے اپنے کلام مین جابجا استعمال کیا ہے، اور جب کہ ایک جماعت
اساتذۂ کرام کی بھی اس کو جائز سمجھکر استعمال کرتی ہے تو ہم اس کو غلطی کسی طرح نہین کہہ سکتے
یہ استعمال و اختلاف بالارادہ ہے عموماً اساتذہ نے تسبیغ و تذئیل درمیانی کو جائز رکھا ہے ع عرفی

ہوشم بہ نگاہے بر د جانانہ چنین باید یک جرعہ خرابم کرد پیمانہ چنین باید

بدر چاچ

آن شاہد تب لرزہ وار سر طانش چون زرد سائز زار آتش شود بر خاک و خار از تف جمی ریختہ

رجز، رکن دوم مستفعلن آیا ہے،

مرزا بیدل

جوشِ غرور ما چو شمع حامل مقصد است و بس تا رگ گردنے بجالت سر بقدم نمی رسد

رجز، رکن دوم و ششم مفاعلن کو مذال کر کے مفاعلات کر لیا،

شیخ امداد علی بحر لکھنوی، ع

ہے عقل و عشق مین جنگ دل زندگی سے ہم تنگ اچھے نہین ہین یہ ڈھنگ یہ گھر خراب ہوگا

مضارع، تسبیغ درمیانی بجاے فاعلاتن فاعلیان لائے ہین، صاحب میزان الافکار،
محشی معیار الاشعار نے اسکو مسبغ مانا ہے، دیکھو میزان الافکار،

محتشم کاشی ع

تا دست را حنا بست دل بر د زمن شکستہ دل بردنی باین رنگ کاریست دست بستہ

ہلالی استر آبادی ع

پشت و پناہ من بود دیوار و لبسر من، از گریہ بر سر افتاد اے خاک بر سر من

عرفی شیرازی ع

داردے صحت عقل در حکمت ازل نیست اما ز سردی عقل زائل شود تپ عشق

نظیری نیشاپوری ع

مابید بوستانیم مارا ثمر نباشد مردود دوستانیم ما را خبر نباشد
صد در اگر گشائید بر خلق گاہ دیدار ان را کہ چشم بستند راہش بدر نباشد

غالب دہلوی ع

ہر چہ فلک نخواست است ہیچ کس از فلک نخواست ظرف فقیہ مے نہ جست بادہ ز ناگزک نخواست

غالب اردو ع

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز آپ ہی ہو نظارہ سوز پردہ مین منھ چھپائے کیون

مرزا غالب کا مذکورہ صدر شعر اردو نقل کر کے فاضل پروفیسر لکھتے ہین کہ نہین معلوم مدیر معارف نے
یہ شعر یہان کیون نقل کیا، کیونکہ ازاد کے حق مین اس سے کوئی مفید تائید پیدا نہین ہوتی، عروضی نظر
سے ان دونون شعرون کی مختلف حیثیت ہے، دل فروز، نیمروز، نظارہ سوز مین اذالہ عمل کر رہا ہے،
جس سے رکن بجائے مفاعلن مفاعلات ہو گیا ہے، لیکن اذالہ و تذئیل مجزوء کے ساتھ مختص ہے اسلئے
غالب کے یہان درست ہے، آزاد کے شعر مین اس موقع پر سبب خفیف ہے، لہذا اذالہ ناقابل
عمل اگر زیادہ تنگ و دو کیجائے تو تسبیغ مانا جا سکتا ہے، لیکن اس کا جواز صرف عروض و ضرب کے لئے
ہے نہ وسط مصرع کے رکن کے لئے، علاوہ ازین تسبیغ بلا غنہ پر عروضی حرف گیری کرتے ہین اور
خارج از دائرہ بتاتے ہین"،

ہم کہتے ہین کہ اصل بحث اس امر مین ہے کہ حشو (وسط مصرع) کے رکن مین کسی زحاف سے زیادتی ہوتی ہے یا نہین، خواہ وہ رکن سبب ہو یا وتد، خواہ زیادتی اذالہ سے یا تسبیغ سے، کسی عروض کی کتاب مین یہ نہین لکھا کہ زیادتی سبب مین ممکن نہین ہے وتد مین ممکن ہے،

تمام عروضی اذالہ و تسبیغ کو عروض و ضرب سے مختص بتاتے ہین، آپ مرزا غالب کے شعر مین تو اذالہ بخلاف اہل عروض وسط مصرع مین صحیح سمجھتے ہین، لیکن آزاد کی تسبیغ نادرست ہے، اسی شعر کو قدر بلگرامی قواعد صفحہ ۱۵۶ مین لکھ کر کہتے ہین کہ (اذالہ سوائے عروض و ضرب کہین جائز نہین ہے، ان مفاعلات درمیانی کو ہرگز مذال نہین کہہ سکتے، بلکہ یہ کہو کہ وزن مشطور یعنی مربع کو مذال بنا کر مضاعف کر لیا ہے بدین صورت اذالہ بمنزلہ آخر ہو جائیگا)

اب غور کیجئے کہ جب اذالہ آخر رکن شعر سے مخصوص ہے اور وسط شعر مین جائز نہین تو مرزا غالب کے شعر مین بقول فاضل پروفیسر کیونکر جائز ہو سکتا ہے، یہی حال تسبیغ کا ہے وہ بھی آخر رکن سے مخصوص ہے، فرق اتنا ہے کہ تذئیل وتد مجموع مین ہوتی ہے اور تسبیغ سبب خفیف مین لیکن ہوتی ہے آخر رکن مین جتنے جو اشعار اساتذہ سند مین لکھے ہین ان سے مقصود زیادتی ہے خواہ سبب مین ہو خواہ وتد مین، اسی طرح مدیر معارف نے بھی یہ شعر مرزا غالب کا اس امر کی بحث مین لکھا ہے، کہ رکن درمیانی مین زیادتی جائز ہے خواہ وہ سبب مین ہو خواہ وتد مین، چونکہ عروضی درمیانی زیادتی کے سرے سے ہی قائل نہین اس لئے انھون نے اس زحاف کا کوئی نام نہین رکھا لیکن ہم کہتے ہین کہ شعرا و اساتذہ و اہل عروض کے اس نظریہ کو نہین مانتے کہ اذالہ اور تسبیغ رکن آخر سے مخصوص ہے، وہ بعض اوزان بحور مثمن مین اذالہ و تسبیغ درمیانی کو جائز رکھتے ہین جس کے اسناد مین نے پیش کئے ہین، تفحص و تجسس سے ہزارون اشعار مل سکتے ہین، کوئی شاعر ایسا کم ہو گا جس نے اس کا ارتکاب نہ کیا ہو، کیا فاضل پروفیسر ایک سرے سے سب کو غلط کہہ سکتے ہین، حاشا و کلا،

تو کودکی بہ بزرگان زبان درازی بس
(نظیری)
بصید شیر دلان قصد شاہبازی بس

قدر بلگرامی نے یہ عجیب بات کہی ہے کہ وزن مشطور یعنی مربع کو مذال بنا کر مضاعف کیا ہے مرزا غالب کی غزل موجود ہے، غزل کا درمیانی شعر ہے فرد نہین ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ ایک غزل کے چند شعر ایک وزن پر تقطیع کئے جائین اور ایک شعر کو مربع وزن مشطور سمجھ لین، مین قدر بلگرامی کی اس منطق کو صحیح نہین سمجھ سکتا، اس پر یہ اعتراض بھی پڑتا ہے کہ اگر تمام غزل کی اسلوب کے خلاف شعر مربع ہے تو کیا مرزا غالب کا ارادہ غزل مین مربع کہنے کا تھا، ظاہر ہے کہ نہ تھا، اور شعر کے لئے ارادہ شرط ہے اس لئے یہ شعر شعر ہی نہین رہتا اور یہی ایک شعر کیا اساتذہ کے ہزارون اشعار اس قسم کے قید ارادہ سے نکلکر شعر ہی نہین رہین گے،

قدر بلگرامی کو کہنا چاہئے تھا کہ رکن اول و سوم مین اذالہ درمیانی ہے اور یہ استعمال صحیح ہے، آپ نے دیکھا کہ کتنے بڑے بڑے اساتذہ وسط رکن مین زیادتی حرف کو جائز رکھتے ہین، اب نزدیک یہ اجماع [illegible] اور اس مسئلہ مین خرق اجماع درست نہین، آزاد کا شعر صحیح ہے، زمیندار کا اعتراض غلط اور مدیر معارف کی تائید صحیح اور پروفیسر شیرانی کی تردید غلط، مرزا غالب کا شعر بقید سند ہے اور اس سے آزاد کے حق مین مفید تائید ہوتی ہے اور پروفیسر شیرانی کی تمام بحث خلاف اصول مسلمہ اساتذہ ہے اور مرزا غالب کے شعر کے متعلق مدیر معارف پر پروفیسر شیرانی کا اعتراض غلط بر بنائے غلط ہے،

اعتراض دوم

زمیندار کا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ آزاد بجائے فعلات کے مفعول ہو گیا ہے، مدیر معارف نے اس کا یہ جواب دیا ہے، کہ فعلات تسکین اوسط سے مفعول بنجاتا ہے،

اور ایسا کرنا کسی ایک رکن مین جائز ہے،

فاضل پروفیسر اس جواب سے انکار کرکے لکھتے ہین،

"اصل یہ ہے کہ زحاف تسکین صاحب معیار الاشعار کی ایجاد ہے اور فارسی کے ساتھ مخصوص ہے

محقق طوسی فرماتے ہین کہ

"از جملہ تغیرات عام کہ بہ شعر فارسی خاص است یکے آن است کہ ہر کجا سہ حرف متحرک متوالی افتد

تسکین اوسط روا دارند و در یک وزن محرک و مسکن بیامیزند و این حکم مطرد است الا آنجا کہ مانعے

افتد مثلاً باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد چنانکہ درین وزن کہ فعلات فاعلاتن عین فعلات

مسکن کنند این وزن شود کہ مفعول فاعلاتن و ہر یک از بحرے دیگر است پس تسکینے کہ مقتضی

اشتباہ بود نشاید" معیار الاشعار ص ۳۱"

اس کے بعد فاضل پروفیسر رقم طراز ہین کہ "اس کا مطلب یہ ہے کہ جہان کہین تین مسلسل متحرک

ہون ان مین تسکین اوسط جائز ہے، لیکن ایسے موقعون پر جہان کہین ایسا مانع موجود ہے جس سے

بحر بدل جانے کا اندیشہ ہے مثلاً وزن رمل مشکول فعلات فاعلاتن کہ اگر فعلات کے عین کو ساکن کر دیا

جائے تو بحر بدل جائیگی اور مضارع کا وزن مفعول فاعلاتن پیدا ہو جائے گا ایسی صورت مین تسکین جائز

نہین ہے۔ یہ تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محقق نے خاص آزاد کے شعر کے لئے حکم دیا ہے" الی آخرہ،

مین لکھ چکا ہون کہ محقق طوسی نے سب سے پہلے یہ وزن شعراء متاخرین کے کلام سے دریافت کیا

ہے اور اس کو بحر رمل مشکول سے تقطیع کیا کیا یہ ممکن ہے کہ شعرائے متاخرین کا جس قدر کلام اس وقت تک

موجود تھا سب محقق نے دیکھ کر یہ حکم لگایا تھا کہ اس وزن مین تسکین اوسط ناجائز ہے، اگر محقق سے پہلے

شعرائے متاخرین اس زحاف کو ایسے ہی موقع پر استعمال کر چکے تھے تو محقق کو کیا حق تھا کہ وہ اسکو ناجائز

ٹھہرائین اور انہا لیکہ خود محقق لکھ چکے ہین کہ

تعین القاب انچہ خاص باشد بپارسی بر وجہ متفق علیہ متعذر است"

یہ عجیب بات ہے کہ شعراء متاخرین کے کلام سے تو محقق ایک وزن جدید معلوم کرین لیکن اسی

وزن مین ایک زحاف کو ناجائز ٹھہرائین جس طرح محقق نے شعراء متاخرین کے کلام سے یہ نیا وزن قرار

دیا تھا اسی طرح انکے کلام سے یہ زحاف بھی جائز قرار دیتے، میری غرض اس سے یہ ہے کہ جب

سب سے پہلے محقق ہی نے یہ وزن معلوم کیا ہے اسی وجہ سے محقق کو اس کے تمام زحافات کے استقصا

کا موقع نہین ملا، اور اس کے متعلق جو کچھ محقق نے لکھا وہ محض نقش اول ہے لیکن جو کچھ بھی لکھا ہے

اس پر کسی قسم کا اضافہ حرام مطلق فرض کر لین تو بھی اس سے آزاد کی تائید ہوتی ہے، اور تعجب ہے

فاضل پروفیسر نے کیونکر اس کو اپنا مؤید سمجھا ہے محقق کے تو یہ الفاظ ہین،

"الا آنجا کہ مانعے افتد مثلاً باشد کہ بحر بسبب تسکین در بدل افتد چنانکہ درین وزن کہ

فعلات فاعلاتن عین فعلات مسکن کنند تا این وزن شود مفعول فاعلاتن و ہر یک از بحرے

دیگر است"

فاضل پروفیسر نے جو بحر اور وزن مین فرق ہے اسکو دریافت نہین کیا، بحر ایک ہوتی ہے

اوزان اس کے متعدد ہوتے ہین مثلاً بحر تو متقارب ایک ہے اور اوزان اس کے فارسی عربی مین

سب سے زیادہ ہین، بعض اوزان کا خلط جائز ہے بعض کا نہین لیکن بحر کا خلط بحر دیگر سے کسی

طرح جائز نہین،

وزن متحقق ہوتا ہے تمام شعر کی تقطیع سے یا کم از کم مصرع کی تقطیع سے نہ ½ شعر یعنی نصف

مصرع اگر تسکین اوسط سے کسی شعر یا کم از کم مصرع کا وزن بدل جائے اور وہ شعر یا مصرع دوسری

بحر مین تقطیع ہو سکے تو کہا جائے گا کہ وزن بدل گیا، اگر ½ یعنی نصف مصرع کا وزن بدلجائے اور

پورے مصرع کا نہ بدلے نصف مصرع رمل مشکول مین اور نصف مصرع مضارع مین تقطیع ہو تو

وہ ...مل مشکول کہا جائے گا نہ مضارع بلکہ عروضی معلوم کرے گا کہ دیگر اشعار کس وزن مین ...

معلوم ہو جائے گا کہ دیگر اشعار کا یہ وزن ہے تو نصف مصرع مین زحافات مستعملہ کو دریافت کر کے

تمام مصرع کو اوسی بحر مین تقطیع کرے گا جس مین دیگر اشعار ہین،

مین اس الجھے ہوئے سوت کو اور اچھی طرح سلجھانا چاہتا ہون جس سے یہ مسئلہ بالکل صاف

ہو جائے گا، بحر لکھنوی ہے

کیا کہئے کیا غم سہا دن رات روتا رہا
دل خون ہو کر بہا رنگین رومال ہے،

اس شعر کا وزن عروضی یہ ہے مستفعلن فاعلن چار بار اور یہ بحر بسیط سالم ہے لیکن اسی غزل

کا دوسرا شعر یہ ہے

ہردم نہ دیکھ اس کے بال سر پہ نہ لے یہ وبال
جی کو بلا مین نہ ڈال اے دل یہ جنجال ہے

اس شعر کا وزن عروضی مستفعلن فاعلات چار بار ہے اور یہ بحر منسرح ہے جس مین مستفعلن

سالم اور مفعولات مطوی ہو کر فاعلات ہو گیا ہے دونون شعرون مین فرق صرف فاعلن اور فاعلات

کا ہے، اب اگر پہلے ہی شعر سے اس غزل کا وزن قرار دیا جائے تو بحر بسیط سالم قرار پاتا ہے لیکن

عروضی دیکھے گا کہ فاعلن سب جگہ فاعلن ہی ہے یا کہین فاعلات بھی ہو گیا ہے اگر فاعلات کہین

ایک جگہ بھی مل جائے گا تو عروضی صرف فاعلات پر نظر کر کے اس غزل کو بحر منسرح سے قرار دیگا

اس سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ کسی غزل یا قصیدہ کا وزن ایک شعر پر قائم نہین رہ سکتا چنانچہ خود

محقق نے بھی اپنی کشف یا روشن خیالی سے اس خطرہ کو قبل از وقت محسوس کر لیا تھا کہ چودھوین

صدی مین ایسے فاضل ہونگے کہ جو شعر کا وزن پہلے شعر سے قائم کرین گے اس لئے انھون نے

پہلے ہی یہ لکھ کر کہ وزن شعر مصرعہائے دیگر قصیدہ سے قائم ہو گا اپنے آپ کو اس اعتراض سے بری کر لیا ہے،

... خود معیار الاشعار مین اسی بحر متدارک و رمل کے بیان مین لکھتے ہین کہ

،، فرق میان اوزان مشترکہ ازین سہ بحر توان خواند (یعنی ہزج و رجز و رمل) از مصرعہائے

دیگر قصیدہ ظاہر شود وہم برین قیاس در دیگر مواضع"

جس کا ترجمہ منشی امیر صاحب زر کامل عیار مترجم معیار الاشعار کے لفظون مین یہ ہے کہ

جس بحر مین وہ قصیدہ ہو گا معلوم ہو جائے گا کہ یہ ارکان مزاحف اس بحر کے ہین اور اسی

طرح اور مواضع مین یعنی تمیز ارکان مزاحف کی اس بحر سے ہوتی ہے جس مین واقع ہون

ورنہ ایک ایک زحاف کئی کئی بحرون مین آتا ہے"

فاضل پروفیسر نے اس ضروری حصہ کو چھوڑ دیا لاتقربوا الصلوٰۃ سے کام رکھا اور انتم سکاریٰ

کو نظر انداز کر دیا،

اب یہ بحث باقی رہتی ہے کہ تسکین اوسط سے جو آزاد کے شعر مین فعلات بسکون عین مفعول

ہو جاتا ہے، اسکی عروضی سند کیا ہے اور شعرائے کبار نے اس زحاف کو استعمال کیا ہے یا نہین،

ہم کو معلوم ہے کہ عروضی سند تو فاضل پروفیسر کے بھی علم مین ہے کیونکہ انھون نے اپنے

مضمون مین قواعد العروض ص ۱۲۲ کا حوالہ دیا ہے ممکن نہین کہ اسی صفحہ مین انھون نے یہ الفاظ

نہ دیکھے ہون،

،، اس مین جو ازکال مشکول (یعنی فعلات) آتے ہین اوس کو سب کچھ مسکن کرنا

جائز نہین ہے، کیونکہ تسکین سے ہر فعلات مفعول ہو جائے گا، اور مفعول فاعلاتن مفعول

فاعلاتن بحر مضارع ہے"،

آزاد نے سب جگہ مسکن نہین کیا صرف ایک جگہ مقطع مین مسکن کیا ہے اور یہ بالکل قواعد العروض

کا اتباع ہے، اب سند استعمال بھی ملاحظہ فرمائیے نظیری نیشاپوری کے مرتبہ کا عربی دان شاعر
ہے جس کا تبحر اوسکے دیوان اور اوسکی سوانح سے چلتا ہے اس کا اسی وزن مین قصیدہ ہے

ہمہ ماہ بجر و کان را از عطار او وظیفہ
چو ہلال در فزونی چون بدر در زیانی

نظیری نے فعلات کو ٹھیک اسی موقع پر مسکن کیا ہے جہان آزاد نے مسکن کیا ہے، ذیل مین
آزاد اور نظیری کے مصرعون کی تقطیع بھی کئے دیتا ہون، آزاد ؎

غزلے سرود الحال آزاد نغمہ سازے

غزلیس فعلات رود الحا فاعلاتن لازاد مفعول نغم سازے فاعلاتن۔ نظیری ؎

چو ہلال در فزونی چو بدر در زیانی

چُ ہلال فعلات در فزونی فاعلاتن چو بدر مفعول در زیانی، دیکھئے شعر کے مصرع آخر کے
فعلات دوم کو دونون نے مسکن کرکے بروزن مفعول لکھا ہے،
عرفی کہتا ہے، ؎

روم از جہان و شادم کہ براہ ما قیامت
زخیال غمزۂ تو چشم بلا نشستہ

عرفی نے بھی ٹھیک اسی موقع پر اس زحاف کو استعمال کیا ہے جہان آزاد نے استعمال
کیا ہے، یہ اسناد ان کے علاوہ ہین جو مدیر معارف نے حافظ علیہ الرحمہ کے کلام سے پیش کئے ہین
انوری ؎ تو آن کریمی کا فراط اصطناع کفت،
اس مصرع کی تقطیع فاضل پروفیسر نے اس طرح کی ہے، تو آن کریمی مفاعلن ی کا فراط
طاصطناع مفاعلن ع کفت فعلن،

یہ تقطیع غلط ہے، تقطیع مین موزون اور موزون بہ کے حروف برابر ہونے ضرور ہین، تو آن
کری مین ۵ حروف ہین اور مفاعلن مین ۶ حروف، موزون بہ سے ایک حرف بڑھ گیا، می کا فرا
ین ۶ حروف ہین اور اوس مفعولن مین ۶ حروف ایک حرف موزون بہ مین زیادہ ہے، صحیح
تقطیع یہ ہے،
تو آن کری مفاعلن می کفرا مفعولن، فاضل پروفیسر نے خاقانی کے شعر کی تقطیع بھی غلط
کی ہے، تقطیع تو عروض کی ابجد ہے، آگے کی واقفیت اسی پر قیاس کر لیجئے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا،

تاریخ القرآن، حضرت شیخ الوقت مولانا محمد علی صاحب مونگیری کے فیوض و برکات مین نہ صرف ندوۃ العلماء کا وجود ہے بلکہ قیام ندوہ سے پہلے اور اس کے بعد نظامت ندوہ سے سبکدوش ہوکر اپنی زیر نگرانی مذہبی فیوض کا سلسلہ برابر جاری فرمائے ہوئے ہین، زیر تبصرہ کتاب حضرت شیخ الوقت مدظلہ کے تلمیذ مولنا مفتی عبد اللطیف صاحب رحمانی کی تالیف ہے، جس مین نزول قرآن مجید، حفاظت قرآن، تدوین قرآن اور ترتیب قرآن کی مفصل تاریخ کے ساتھ ان روایات سے بھی نقادانہ بحث کیگئی ہے جن سے قرآن مجید پر کسی قسم کے شک وشبہہ کی گنجائش ہو سکتی ہے،

حجم ۱۰۰ صفحہ تقطیع ۲۰×۲۶ کتابت وطباعت متوسط، قیمت عہر، پتہ:۔ جناب ناظم صاحب دار الاشاعت رحمانی مخصوص پور مونگیر،

درس حیات، کسی قوم وملک کی ترقی کا راز اس کے نوجوان طلبہ کی ذہنی تربیت مین مضمر ہے، ہندوستانی طلبہ کے جہان عام نقائص بیان کئے جاتے ہین، ان مین سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ وہ دوران تحصیل علم مین صرف مدرسہ کے دستور العمل کے مطابق اپنے فرائض انجام دے لیتے ہین، انھین اپنی ذہنی تربیت، اعلیٰ اخلاق، اور مقصد حیات کی تکمیل سے چندان سروکار نہین ہوتا، جسکی وجہ سے بہت سے بہترین ہندوستانی دماغ باوجود اپنے کمال استعداد کے ضائع ہو جاتے ہین، اس لئے بیدار اور نکتہ رس قومین ابتدا سے اپنے ہونہار بچون کی ذہنی تربیت مین مصروف نظر آتی ہین، لیکن اردو مین اس بحث پر اب تک

کوئی خاص تالیف موجود نہ تھی، مولوی محمد اکبر مرادپوری شکریہ کے مستحق ہین کہ انھون نے اس ضرورت کو محسوس کرکے "درس حیات" مرتب کی جس مین مختلف مضامین مثلاً مقصد حیات، مشکلات کا مقابلہ کیرکٹر، خودداری، جد وجہد، کتب نصب العین، مطالعہ وغیرہ پر بحث کیگئی ہے، ہر مضمون کو مشاہیر عالم کے واقعات سے مثالین دیکر طلبہ کے ذہن نشین کرنے کی سعی بلیغ کیگئی ہے یقین ہے کہ اس کا مطالعہ طلبہ کے لئے بہت زیادہ مفید ہوگا، حجم ۲۱۸ صفحہ تقطیع ۲۰×۲۰ کتابت وطباعت عمدہ قیمت عہر ہے، پتہ:۔ مولوی محمد اکبر صاحب مرادپوری بی اے بی ٹی ہیڈماسٹر اسلامیہ ہائی اسکول ٹوبہ ضلع لائل پور،

نور ہدایت، جناب ایم اسلم صاحب نے بچون کے لیے سبق آموز قصون کا ایک سلسلہ جاری کیا ہے، سال بان کے بعد "نور ہدایت" اسکی دوسری اور "امانت" اسکی تیسری کڑی ہے، "نور ہدایت" مین عہد نبوت کا ایک واقعہ دلچسپ پیرایہ مین قلمبند کیا گیا ہے، اور "امانت" مین ہارون رشید کے زمانہ کا ایک واقعہ بیان کیا گیا ہے، دونون رسالے اپنے مقصد مین کامیاب ہین کتابت وطباعت اچھی اور بچون کے پڑھنے کے لائق ہین، حجم علی الترتیب ۳۲، ۴۸ صفحات، قیمت ۳ر، ۲ر، پتہ:۔ جہانگیر بک کلب چابکسواران لاہور،

دور ایام، مولفہ مولوی سید علی اصغر صاحب ناظم نیاہیڑہ، ۱۹۱۹ء مین تاریخ ریاست ٹونک کا پہلا حصہ نجم الثاقب کے نام سے شائع ہوا تھا، اور ۱۹۲۴ء مین یہ دوسرا حصہ دور ایام کے نام سے شائع ہوا ہے،

اس مین پرگنہ نیاہیڑہ کے مفصل حالات درج ہین جس کی ترتیب یہ ہے پہلے باب مین اسکے طبعی حالات درج ہین، دوسرے باب مین اس کے عام تاریخی واقعات ہین، تیسرے مین اس کی مشہور عمارتون کا حال ہے، چوتھا باب حکومت کے انتظامات سے متعلق ہے، پھر پانچوین باب مین عام معلومات درج کئے گئے ہین، پوری کتاب صرف پرگنہ نیاہیڑہ سے متعلق ہے جسکی

تالیف مین جناب مؤلف نے کافی عرق ریزی کی ہے، امید ہے کہ ریاست ٹونک آسے مستحسن نظرون سے دیکھے گی، تقطیع ۲۲×۲۶ کتابت وطباعت متوسط قیمت ۱۲ر پتہ :- مولوی سید علی اصغر ناظر نیما ٹیرہ ریاست ٹونک،

ذکریٰ، یہ مولٰنا ابو الکلام آزاد کے ان دو مضامین کا مجموعہ ہے جو مرحوم البلاغ مین "تذکار مقدس" اور "افسانہ ہجر و وصال" کے نام سے شائع ہوئے تھے،

تذکار مقدس مین ولادت نبوی کی یادگار قایم رکھنے پر مختلف پہلوؤن سے گفتگو کرنیکے بعد آپ کے رحمۃ للعلمین ہونے پر اپنے مشہور مخصوص رنگ مین اظہار خیال کیا ہے اور افسانہ ہجر و وصال مین مسلمانون کے جمود وخمود پر ماتم کیا گیا ہے اور انکو صراط مستقیم کی طرف دعوت دی گئی، ناظم صاحب شرکت ادبیہ علی گڈہ نے اسکو شائع کیا ہے۔ حجم ۴۸ صفحہ قیمت ۸ر کتابت وطباعت اعلی۔ پتہ :- ناظم صاحب شرکت ادبیہ علی گڈہ،

صیدیہ، خواجہ آتش کے مشہور شاگرد میر وزیر علی صبا لکھنوی کی ایک مثنوی کا نام ہے، جس مین نواب محسن الدولہ و نواب منور الدولہ امرائے دربار واجد علی شاہ کے سیر و شکار کے حالات درج ہین اور جناب مولوی ابو البلاغ علاء الدین صاحب خاوری ایم اے نے اسے اڈٹ کرکے شایع کیا ہے، اسکی ترتیب و تصحیح مین یورپ کی ترتیب و تصحیح کے تقلید کی کوشش کی گئی ہے ابتدا مین ۷۰ صفحہ کا ایک مقدمہ ہے جو شعر العجم موازنہ انیس و دبیر اور مقدمہ حالی کا بہترین ملخص تو ضرور ہو سکتا ہے، لیکن اگر اس پر اس حیثیت سے نظر ڈالی جائے کہ وہ مثنوی صیدیہ کا مقدمہ ہے تو اس مین بہت کچھ حذف و اضافہ کی ضرورت محسوس ہوگی، اور امید ہے کہ طبع ثانی مین مقدمہ پر نظر ثانی کرنے کے بعد مباحث کے ماخذ کے حوالے بھی دیدیے جائین گے،

حجم ۲۴۰ صفحہ طباعت و کتابت اچھی ہے قیمت عہ پتہ :- نور الدین احمد صاحب منیجر دار البلاغ ہاؤس نمبرہ ۴۸ ...

مجلد پانزدہم	ماہ شوال ۱۳۴۳ھ مطابق ماہ مئی ۱۹۲۵ء	عدد پنجم

مضامین